یقین ہے کہ یہ کتاب اپنی خوبیوں کی وجہ سے ہر ایک پڑھنے والے کے دل پر بہت اچھا اثر کرے گی۔

آخر میں۔ میں اپنے دوست اور کتاب کے قابل اور فاضل مصنف مسٹر واعظ لال صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے براہ اخوت ملکی موجودہ جنگ کے متعلق ایک ایسا ذخیرہ ہمارے ہاتھ میں دیا ہے جو ہمارے دلوں کو اطمینان دلانے والا ہے۔ اور جب کہ ہم نتیجہ جنگ پر غور کرتے ہوں تو ہمارے خیالات کو ایک صحیح رستہ پر لانے والا ہے۔

محمد اجمل

۲۱۔ اگست ۱۹۱۵ء

یُورپ کا محاربۂ عظیم

یُورپ کی اِس عالمگیر جنگ کو ایک برس ہو چکا اور اگست کی پہلی تاریخ سے دوسرا برس شروع ہے۔ اِس نے سارے یوروپ کو تہ و بالا کر دیا اور ایک عالم کو سخت مصیبت و پریشانی میں ڈال رکھا ہے۔ قوموں کی ابتدائی تاریخ کے واقعات اور زمانۂ سلف کے حالات بنی آدم کے خون سے رنگین تھے اُن کی کیفیت سے دل میں درد اور طبیعت میں وحشت ہوتی تھی۔ اِس صدی کے نور و تہذیب کے آگے پچھلے زمانے تاریک و سیاہ نظر آتے تھے اور ہمیں یہ خیال اور ناز تھا کہ فضیلت و اخلاق کی اب ایسی ترقی ہے کہ خونریزی اور درد رسائی دشوار ہے اور زمانۂ جدید کے فلسفہ اور حکمت کی طرف سے ہمیں یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ اب قوموں میں ایسی نرم مزاجی اور صلاحیت موجود ہے کہ پھر انسان کا بیش قیمت خون پانی کی طرح بہایا نہ جائے گا۔ مگر کسے خبر تھی کہ اسی یُورپ سے جو قوموں کا رہنما اور آتالیق ہے جنگ کی وہ للکار شروع ہوگی جس سے سامعین تھرا جائیں گے اور سبھوں کے دل دہل اُٹھینگے؟ گزرے سال کی جولائی کے شروع میں کسے خیال تھا کہ اِس بزمِ عالم میں جس کے نور سے زمانہ روشن ہے ایسا زلزلہ آئے گا جس کے متواتر صدموں سے لاکھوں گھر تباہ ہو جائیں گے اور چاروں طرف یک بیک اندھیرا ہو جائیگا؟ کون جانتا تھا کہ شائستگی کے اس نورانی زمانہ میں خونریزی اور ہلاکت ایسے خوفناک و وسیع پیمانہ پر ہو گی کہ اُس کا بیان دشوار اور اُسکا تصوّر ناممکن ہو گا؟ یُوروپ

کو تو سارا عالم حکمت کا مرکز اور علم و ہنر کا گھر کہتا تھا. مگر ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے ع
اس گھر کو آگ لگئی گھر کے چراغ سے.

اُن کے سبب سے جو اجل پے در پے. صف بستہ اور ناگہاں روز ملک عدم کو
سدہار رہے ہیں زمین و آسمان میں سناٹا ہے. اس خوفناک جنگ میں ایک ہی برس
کے اندر زخمیوں اور مقتولوں کی تعداد ایک کروڑ تک پہنچ گئی ہے اور اب بھی موت کا
بازار گرم ہے. گو بنی نوع بشر ٹھنڈے ہوتے جاتے ہیں. یہ وہ زمانہ ہے کہ اہل سائنس
کی صنعت انسان کے لیئے موت ہوگئی اور حکمت کے آلات قضا کے ہتھیار بن گئے.
لوگ چھپکر خندقوں اور مورچوں میں سے گولیاں چلاتے ہیں اور اجل کھلم کھلا عرصۂ
ہستی میں آدمیوں کا شکار کھیلتی ہے. لازم تھا کہ اس موقع پر جب لاکھوں آغوشِ
اجل میں جا سوئے. باقیماندہ آدمی اور گراں قدر سمجھے جاتے. پر سب کچھ مہنگا ہے.
اک انسان کی جان سستی ہے.

زمانۂ گذشتہ میں تیر و تفنگ. اور نیزہ و تلوار سے لڑتے تھے. زیادہ سے زیادہ دس
لاکھ آدمی ایک دوسرے سے بھڑ جاتے اور چند روز میں فیصلہ ہو جاتا تھا. مگر
اس محاربۂ عالم آشوب میں جس نے یورپ کے ممالک میں تہلکہ مچا دیا دو کروڑ آدمی انواع
و اقسام کے جنگی آلات اور سامان کے ساتھ بڑی بیباکی سے لڑ رہے ہیں. اس
مہیب جنگ کا دامن دور دور تک پھیلا ہوا ہے اور لڑائی خشکی پر اور سمندروں میں
پانی کے اندر اور ہوا میں ہو رہی ہے. ایسی ایسی توپیں ایجاد ہوئی ہیں جن کی مار ۱۶ میل
تک ہے اور اُن کے گولوں سے سنگین دیواریں اور سخت سے سخت چٹانیں پارہ
پارہ ہو جاتی ہیں. پچاس کروڑ روپیہ سے زیادہ اس جنگ کا روزانہ خرچ ہے اور لاکھوں

آدمی دن رات جنگی ہتھیار اور سامان کو تیار کرنے میں مشغول رہتے ہیں، جو ملک اس جنگ میں شامل ہیں وہاں گلی گلی مجروحوں اور مقتولوں کی فہرست لگتی ہے اور گھر گھر ماتم ہے۔ قیامت سے پہلے حشر بپا ہے اور ہر جگہ کہرام مچا ہوا ہے ؎

این چہ شورے است کہ در دورِ قمر می بینم　　ہمہ آفاق پُر از فتنہ و شر می بینم

لاکھوں جوان راہی دار السلام ہوگئے۔ بیشمار دلوں کی اُمیدیں خاک میں مل گئیں ہزاروں گھروں کے چراغ گل ہوگئے اور والدین کی آنکھوں کے سامنے سے اولاد اوجھل ہوگئی۔ لاکھوں عورتوں کے لیئے ایام بیوگی کے جلاپے اور گھلاپے سامنے ہیں اور اُن کے معصوم اور یتیم بچوں کے لئے تباہی اور مصیبت ہے۔ اس انبوہِ کثیر کے غم و اندوہ اور رنج والم کا بیان کن لفظوں میں کیا جائے اور اِس رقت انگیز حالت کی تصویر کن عبارتوں میں کھینچی جائے؟ آخر یہ سب کے سب جو آجکے دن لڑ رہے ہیں۔ دوست ہوں یا دشمن۔ ایک ہی خدا کے بندے ہیں اور بمقتضائے طبیعت انسانی ہمارے دل اُن کے دُکھ اور درد کے حال سے بے تحاشا متاثر ہوتے ہیں۔ درگاہِ مجیب الدعوات میں ہماری اور خلقِ خدا کی یہی دعا ہے کہ باری تعالےٰ جو رحمت میں نہایت غنی ہے اپنے بے قیاس فضل و قدرت سے ایسی صورت نکالے جس سے لڑائی کا جلد خاتمہ ہو۔ اور ظلم اور اندھیر۔ کینہ اور حسد کی جگہ محبت و ہمدردی۔ مہر و خلوص اور صداقت اور انصاف کے اُصول دائمی بُنیاد پر قایم ہوں! آمین

جنگ کُن طاقتوں کا مختصر حال

اس جنگ کی عظمت اور اصلی مقصود کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیئے اُن طاقتوں کا مختصر

حال لکھنا ضروری ہے جو اس میں شامل ہیں۔ ہم آگے چلکر اس جنگ کے اسباب
اور آغاز اور مقاصد کا ذکر کریں گے جس سے پورے طور پر اور صفائی کے ساتھ
ثابت ہو جائیگا کہ کون کونسی طاقتیں حق پر ہیں اور فتح کس فریق کو ہوگی۔ اٹلی کو شامل
ہوئے کوئی تین مہینے ہوئے۔ اس سے پہلے جرمنی۔ آسٹریا۔ ترکی۔ روس۔ فرانس
انگلستان۔ سرویا اور بلجیم میں لڑائی تھی۔ ذیل میں ان کی مختصر تاریخ ہے۔

(۱) جرمنی۔ اسکا کل رقبہ کوئی سوا دو لاکھ مربع میل اور آبادی سات کروڑ ہے
یہ لوگ گاتھک قبائل کی اولاد ہیں اور جولیس سیزر کے عہد میں رومۃ الکبریٰ کے
باجگذار بنے۔ پانچویں صدی کے شروع سے زور پکڑنا اور رومیوں پر حملہ کرنا
شروع کیا۔ یہ اپنی کوششوں میں ایسے کامیاب ہوئے کہ رفتہ رفتہ زمانۂ سلف میں
رومی سلطنت کے مغربی اقالیم چھین لئے۔ اور خاص قومی بادشاہت قائم کی۔ ایک
مت تک یہاں کے بادشاہ اٹلی پر حکمرانی کرتے رہے۔ سولھویں اور سترہویں صدی
میں سلطنت میں ضعف آگیا اور جابجا چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں قائم ہوگئیں جنمیں
پرشیا اول درجہ رکھتا تھا۔ کمزوری کی وجہ سے ساری ریاستیں کبھی آسٹریا کے
قبضہ میں ہو جاتی تھیں۔ کبھی اسپین کے اور کبھی فرانس کے۔ سنہ ۱۷۴۰ء میں فریڈرک
اعظم شاہ پرشیا کی فتوحات شروع ہوئیں اور آسٹریا دبنے لگا۔ تھوڑی ہی مدت کے
بعد نپولین نے سارے یوروپ میں ہلچل مچادی اور آسٹریا اور جرمنی کو اپنی متواتر
فتوحات سے بالکل کمزور کر دیا۔ آخر روس۔ آسٹریا۔ پرشیا اور جرمنی نے ایکا کرکے
برطانیہ سے مدد لی اور واٹرلو کے میدان پر نپولین کی شاہنشاہی کو خاک میں ملا دیا
اسکے بعد پرشیا کے مدبروں کی یہ کوشش ہوئی کہ کسی طرح سارے جرمن قبائل

ہمارے ساتھ مل جائیں اور شاہ پرشیا کل جرمنی کا شاہنشاہ ہو۔ چنانچہ انھوں نے
نہایت اعلیٰ درجہ کی فوج تیار کی اور سنہ ۱۸۶۴ء میں ڈنمارک سے اور سنہ ۱۸۶۶ء میں
آسٹریا سے اور سنہ ۱۸۷۰ء و ۱۸۷۱ء میں فرانس سے جنگ کر کے اپنی حدود کو بڑھایا۔ فرانس
سے آلساس اور لورین دو صوبے چھین کر اُسے کمزور کر دیا اور سارے یورپ پر
اپنی دھاک جما لی۔

جب سنہ ۱۸۷۱ء میں شاہ پرشیا نے نپولین ثالث کو شکست دی اور پیرس پر قبضہ
کر لیا تو ساری جرمنی کی ریاستوں نے ملکر اُسے اپنا شاہنشاہ قرار دیا۔ یہاں سے
جرمنی کے زور اور اقبال مندی کی ابتدا ہے۔ سنہ ۱۸۷۱ء کے بعد انھوں نے دن دونی
اور رات چوگنی ترقی کی۔ اُس وقت یہاں کی آبادی چار کروڑ تھی۔ اب سات کروڑ
ہے۔ اُس وقت ان کے پاس کوئی بیڑا نہ تھا۔ اب انکی بحری طاقت دوسرے درجہ کی
مانی ہوئی ہے اور پہلا درجہ انگلستان کا ہے۔ اُس وقت انکی تجارت نہایت ہی کم
تھی۔ مگر سنہ ۱۹۱۳ء میں تجارت ہی سے کوئی پانچ ارب روپیہ کی سالانہ آمدنی تھی۔ انکی تجارتی
اشیاء کرۂ زمین کے چاروں اطراف میں بکتی تھیں اور دنیا کی دولت کھینچ کر ملک جرمنی کو
جاتی تھی۔ ان کے نام سے مخالفوں کے دل ہلتے اور ان کے فولادی جنگی جہاز
سمندروں کی سیر کرتے تھے کہ اتنے میں موجودہ جنگ چھڑ گئی اور انگریزوں نے
سمندروں پر سے ان کے جہاز دور کر دیئے اور انکی تجارت بالکل نیست و نابود کر دی۔

جرمنی میں بادشاہی ہے مگر بادشاہ کا اختیار قانوناً محدود ہے۔ یہاں عالمگیر فوجی خدمت
کا مسئلہ ہے جس کے مطابق ہر جوان کو جو ہاتھ پاؤں کا پورا ہو تین برس تک فوج میں رہنا
پڑتا ہے اور نئے نئے جدید طریقے سیکھنے پڑتے ہیں۔ اس انتظام سے فائدہ یہ ہے کہ

خطرہ کے موقعہ پر لاکھوں لاکھ سپاہی اپنے ملک کی حمایت کے لیئے میدانِ جنگ میں
جا سکتے ہیں۔ اِن کے علاوہ سپاہی پیشہ لوگوں کی بھی بڑی جماعت ملک کی حفاظت
کیلئے تیار کی جاتی ہے۔ اس قاعدہ کے مطابق اگر ہم یہ مان لیں کہ دس پیچھے ایک آدمی
ہتھیار اُٹھا سکتا ہے تو سات کروڑ کی آبادی سے ستر لاکھ سپاہی نکل آئیں گے۔
جرمنی کے پاس چند چھوٹے چھوٹے جزائر کے علاوہ زمین کے دو بڑے قطعے
افریقہ کے جنوب مغرب اور جنوب مشرق میں ہیں۔ اور اسی برِ عظم کے مشرق میں ٹوگولینڈ
اور کیمیرون بھی جرمنی کے ماتحت ہیں۔ اِن مقبوضات کا کل رقبہ گیارہ لاکھ مربع میل
کے قریب ہے۔ اب تو جنوب مشرقی حصّہ کو چھوڑ کر باقی سارے قطعے انگریزوں نے فتح کر لیئے
افریقہ میں جرمنی نے عجب طور پر حکمرانی کی۔ اُن کے جنوب مغربی علاقہ کے قریب بہت سے
حبشی قبائل آباد ہیں۔ کوئی چودہ پندرہ برس ہوئے کہ اُنھوں نے ایک جرمن لڑکی
کو مار دیا۔ اِس پر جرمن لوگوں نے ایک قبیلہ کے اکیس ہزار آدمی جان سے مار دیئے
اور ایک دوسرے قبیلے کے ایک ہزار معصوم بچے تہِ تیغ کیئے۔ جب انگریزوں نے اِن
کے مقبوضات فتح کیئے وہاں کے حبشی باشندوں کو چین اور آرام نصیب ہوا۔
آسٹریا۔ اِس کے ساتھ ملک ہنگری بھی شامل ہے۔ اِس کا کل رقبہ دو لاکھ چالیس ہزار
مربع میل اور آبادی سوا پانچ کروڑ ہے۔ یہاں کوئی اسی لاکھ جرمن بھی ہیں صدیوں
تک آسٹریا کی حیثیت جرمنی کے ساتھ رہی۔ اِسی نے یورپ کے وسط و مغرب کو ترکوں سے
بچایا اور تیرھویں صدی سے سولھویں صدی تک اُن کا نہایت سخت مقابلہ کیا اور آخر
اُنھیں پسپا کیا۔ سولھویں صدی سے اٹھارھویں صدی تک اِسکے اقتدار و دبدبہ کا
زمانہ ہے۔ مگر انیسویں صدی میں فرانس اور پرشیا کے عروج کے سبب سے اِس کا

آفتاب اقبال گہن میں آگیا۔ اس نے عرصہ دراز تک سوئٹزرلینڈ اور اٹلی پر حکمرانی کی اور
سینکڑوں برس تک جرمنی کی ریاستوں پر اپنا دانت رکھا۔ جب ۱۸۶۶ء میں اس نے
پرشیا سے شکستِ فاش کھائی تو جرمن ریاستوں پر قبضہ کرنے کی امید جاتی رہی ۱۸۷۸ء
میں یہ فرنگستانی طاقتوں کی طرف سے ترکی صوبوں بوسینا اور ہرزی گووینیا کی نگہداشت
پر مامور ہوا۔ اور بدعہدی اور بددیانتی سے جرمنی کے اشتعال پر ۱۹۰۸ء میں جب
ترک خانہ جنگی میں مصروف تھے موقعہ پاکر ان دونوں صوبوں کو اپنی قلمرو میں شامل
کرلیا۔ آسٹریا اور جرمنی کے لوگ ایک ہی اصل سے ہیں۔ اِس ملک میں سلاو لوگوں کا شمار
بھی جو اصل میں روسی ہیں بہت ہے۔ بالفعل جرمنی اور آسٹریا میں صلح اور دوستی ہے۔
آسٹریا کا طرز حکومت جرمنی سے ملتا ہے۔ اور فوجی خدمت کا یہاں بھی وہی سلسلہ ہے جو
جرمنی میں ہے۔ لہذا غایت سے غایت پچاس لاکھ آدمی معرکوں میں بھیجے جاسکتے ہیں۔
ٹرکی۔ فرنگستانی ٹرکی کا رقبہ کوئی ستر ہزار مربع میل اور آبادی ساٹھ لاکھ ہے ایشیائی
ٹرکی کا رقبہ سات لاکھ مربع میل اور آبادی ایک کروڑ نوے ہزار ہے۔ سو کل رقبہ
فرنگستانی اور ایشیائی ٹرکی کا کوئی سات لاکھ ستر ہزار مربع میل اور آبادی ڈھائی کروڑ
ہے۔ ترکوں کی تاریخ بے نظیر جاہ و جلال اور حسرتناک زوال کی تاریخ ہے۔ تیرھویں صدی
سے عثمانیہ خاندان کے ترکوں کی فتوحات شروع ہوتی ہیں۔ انھوں نے ایشیا کے مغربی
حصہ کو زیر کرکے چودھوی صدی میں یورپ میں قدم ڈالا اور قسطنطنیہ کے گردونواح کے
ممالک کو بتدریج اپنے زیرنگین کرلیا۔ ۱۴۵۳ء میں محمد ثانی نے قسطنطنیہ کو فتح کیا جو اب تک
ترکی سلطنت کا دارالخلافہ ہے۔ یوں ترکوں نے یورپ میں ایک نہایت عظیم الشان
بادشاہت کی بنیاد ڈالی اور ادھر مغربی ایشیا اور شمالی افریقہ کے بھی مالک رہے۔

بایزید، مراد، سلیمان اور سلیم ترکوں کے نہایت مشہور و مقتدر سلطان تھے۔ ان کے عہد میں مغربی ایشیا، شمالی افریقہ اور جنوب مشرقی یورپ میں ترکوں کے علم لہراتے تھے۔ قریب تین سو برس تک انہوں نے بڑے کروفر شان و شوکت اور حسن تدبر کے ساتھ سلطنت کی۔ سنہ ۱۷۵۰ء کے بعد ضعف و زوال شروع ہو گیا۔ ادھر روس بڑھنے لگا ادھر آسٹریا۔ ساتھ ہی انکے خانہ جنگیوں اور سازشوں نے اور بھی کام بگاڑا۔ صوبوں نے بغاوت اختیار کی۔ دور دور کے علاقوں نے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کی اور آس پاس کی زبردست طاقتوں نے دبانا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ یونان، رومانیہ سرویا، بلغاریہ اور مانٹی نیگرو قبضہ سے نکل گئے۔ بوسینا اور ہرزیگووینا آسٹریا کے ہاتھ لگے۔ سنہ ۱۹۱۱ء میں اٹلی نے طرابلس لے لیا اور سنہ ۱۹۱۲ء کی بلقانی جنگ کے بعد مختلف طاقتوں نے البانیہ کو بھی ترکی حکومت سے الگ کر دیا۔ اِس طرح اب یورپ میں اُن کے ماتحت کُل ستر ہزار مربع میل زمین رہ گئی۔ تاہم اُنکے مقبوضات جو ایشیا میں ہیں اب تک اُن کے پاس سالم ہیں۔ سلطان روم پہلے خود مختار تھا پر کچھ عرصہ سے وہاں محدود بادشاہی کی بنیاد ڈالی گئی ہے۔ فوجی خدمت کے لیے کسی کوئی جبر نہیں۔ سلطان کے پاس کوئی پانچ لاکھ فوج ہے اور خطرہ کے وقت نئے سپاہی بکثرت بھرتی ہو سکتے ہیں۔

روس۔ یہ آدھے یورپ اور آدھے ایشیا میں پھیلا ہوا ہے۔ یورپ میں اس کا رقبہ بیس لاکھ مربع میل اور آبادی ۱۲ کروڑ ہے یعنی جرمنی، آسٹریا اور فرانس وغیرہ کو ملا کر اُن سے چوگنی زمین اور آبادی قریب اُن کے برابر ہے۔ ایشیا میں اس کا رقبہ چھیاسٹھ لاکھ مربع میل اور آبادی تین کروڑ ہے۔ یوں رقبہ اس کا چھیاسی لاکھ

مربع میل اور آبادی پندرہ کروڑ ہے، کرۂ زمین کا چھٹا حصہ روسیوں کے پاس ہے
یہ لوگ سلاؤ نسل سے ہیں اور اُن کے لاکھوں بھائی بند مشرقی جرمنی اور آسٹریا
میں آباد ہیں۔ بلقانی ریاستوں میں بھی یہ جابجا آباد ہیں اور سرویا ان ہی کے بھائیوں
سے آباد ہے اسی وجہ سے روس کے بادشاہ کو بلقانی ریاستوں کے ساتھ عموماً اور
سرویا کے ساتھ خصوصاً بڑی ہمدردی اور اخلاص ہے۔ جرمنی اور آسٹریا کے لوگ
چونکہ ٹیوٹانک نسل سے ہیں اِس لئے سلاؤ لوگوں کے سخت مخالف ہیں۔ اور
روس کی غیر معمولی ترقی کو رشک اور حسد کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ جرمنی
اور آسٹریا نے آپس میں ایکا کر کے روس کو بلقانی معاملات میں دلچسپی لینے سے
دُور رکھنے کی ٹھان رکھی ہے اور ان دونوں طاقتوں کے تدبّر کی جان و روح اسی
بات میں ہے کہ بلقانی مسائل کو حل کرنے میں روس کو کوئی دخل نہ ہو۔ اور یورپ
میں وہ اور زیادہ زور پکڑنے نہ پائے۔

روسیوں کی تاریخ نہایت دلچسپ ہے۔ اُنکا بے طرح بڑھنا اور ایشیا اور یورپ
میں لاکھوں مربع میل زمین کو اپنے قبضہ میں کر لینا ان کی حوصلہ مندی اور قدرتی
زور کا ثبوت ہے۔ بارھویں اور تیرھویں اور چودھویں صدیوں میں چنگیز خاں اور
تیمور لنگ کی فتوحات کے سبب سے قریب تین سو برس تک یہ مغلوں کے باجگزار
رہے۔ پندرھویں صدی سے انھوں نے اُبھرنا شروع کیا اور اقلیم ستانی پر
کمر باندھی اٹھارھویں صدی تک یورپ میں ترکوں سے اور ایشیا میں مغلوں سے
برابر داروگیر اور چھیڑ چھاڑ رہی۔ انیسویں صدی کے شروع میں روسیوں کی صولت
و جلال کا شہرہ آفاق تھی اور یورپ کی طاقتیں ان سے ڈرتی تھیں۔ اتنے میں مغرب

سے نپولین برق کی طرح اُٹھا اور اُس نے یورپ میں تزلزل پیدا کردیا۔ روسیوں کو اُس کا مقابلہ کرنا پڑا جس کی وجہ سے فرانس کے ساتھ ان کی بڑی مخاصمت ہوگئی۔ جنوب کی طرف روسیوں نے ترکوں کو یہاں تک دبایا کہ برطانیہ کو ترکوں کی مدد کرنی پڑی اس طرح انگریزوں کے ساتھ ترکوں کا وہ ارتباط شروع ہوا جو مدت تک رہا۔

روس نے اور مغربی طاقتوں کے مقابلہ میں کوئی بہت بڑی ترقی زمانہ جدید میں نہیں کی ہے۔ جاپانی جنگ کے بعد بیشک بڑی بڑی اصلاحیں ہوئی ہیں اور ملکی اور فوجی انتظام نئے طریق پر کیا گیا ہے اور تجویز یہ تھی کہ سنہ ۱۹۱۶ء تک سارا انتظام پورا اور مکمل کرلیا جائے۔ موجودہ جنگ سے پہلے اس کے پاس جنگی سامان بہت کم تھا۔ کیونکہ اُسے یہ خیال تھا کہ چاروں امن ہے اور کسی سے مقابلہ نہیں۔ زمین اس کے پاس اتنی ہے کہ کروڑہا کروڑ آدمیوں کو وہاں بسا سکتا ہے۔ اور اناج اور پیداوار کی کثرت کے سبب سے بغیر دقت کے اُنھیں پال سکتا ہے۔ نباتات اور معدنیات۔ اور فلزات کی بھی یہاں افراط ہے اور اپنی پرورش کے لیے یہ کسی کا محتاج نہیں اسے کسی غنیم سے بھی کوئی دائمی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ خطرہ کے وقت بیشمار سپاہ کو میدانِ جنگ میں لاکر دشمن کی سرکوبی کرسکتا ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ دشمن اِس کے ملک میں گھس آیا۔ سوا نقصان اُٹھانے کے اور کوئی انجام نہ ہوا روس کا طرز حکومت پہلے کچھ ایشیائی تھا۔ یہاں کے فرمانروا اپنے کو مطلق العنان سمجھتے اور اکثر اپنی مرضی اور رائے سے کام لیتے تھے پر کچھ عرصہ سے وہاں بھی زار کے اختیارات محدود کیے گئے اور جرمنی اور آسٹریا کی طرح عالمگیر فوجی خدمت کا سلسلہ جاری ہے۔

فرانس

اس کا رقبہ دو لاکھ دس ہزار مربع میل کے قریب اور آبادی چار کروڑ سے زیادہ ہے۔ اہل فرانس قدیم فرنیک لوگوں کی اولاد ہیں اور ان ہی کے نام سے سارا یورپ فرنگستان کہلایا۔ زمانہ سلف میں فرانس کی سلطنت بڑے زوروں پر تھی اور ایک مدت تک انھیں عالمگیر سلطنت کو قائم کرنے کی کوشش اور تمنا رہی سترھویں صدی میں ہند کی طرف اپنا رخ کیا اور ادھر شمالی امریکا میں کینیڈا کو آباد کیا۔ اٹھارھویں صدی میں یہ دونوں مقبوضات ان کے ہاتھ سے نکل گئے اور انگریزوں کے قبضہ میں آگئے ۱۷۸۹ء میں اندرونی خرابیوں اور بدنظمی کی وجہ سے ایسا فساد شروع ہوا کہ اسکی آگ میں تخت وتاج بھی فنا ہو گئے۔ اور رعایا نے زمام حکومت کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ انھی ایام میں نپولین نے اپنی سپہ سالاری اور فتوحات کی بدولت شاہانہ رتبہ حاصل کیا اور قبائے قیصری زیب بدن کی۔ اپنی عظمت وشوکت کے غرور میں اس نے یورپ کے فرمارواؤں کو حقیر جاننا اور انکی سلطنتوں اور ریاستوں کو پامال کرنا شروع کیا۔ اپنی دلیری اور ذکاوت سے اور اپنے تند و برق رفتار حملوں سے ایک عرصہ تک اپنے سارے مخالفوں کی بندشوں کو توڑتا اور انھیں شکست دیتا رہا ۱۸۱۲ء میں روس پر حملہ کیا۔ اس وقت طالع مشفق کے پیغام عتاب آنے لگے اور مصیبت وتباہی کا آغاز ہوا۔ اور ۱۸۱۵ء میں واٹرلو کے میدان پر شکست فاش کھا کر انگریزوں کا قیدی بنا۔ نپولین ہی کے حملوں کے انتقام کے لیے پرشیا نے ایسی زبردست فوج تیار کی کہ ۱۸۷۰ء کے معرکوں میں فرانس کو نیچا دکھایا اور آلساس اور لورین دو صوبے اس سے چھین لیے۔ اور بہت ہی بڑا تاوان جنگ اس سے لیا۔ فرانس کے دل سے اس وقت کی یاد جانی مشکل تھی۔ اور اس کا

زخم نہانی آج تک نہیں بھرا۔

۱۸۷۰ء کی جنگ نے فرانس کو کمزور اور شاہ پرشیا کو جرمنی کی ساری چھوٹی اور بڑی ریاستوں کا شاہنشاہ بنا دیا۔ اِس نئے رنگ ور پہلو کو دیکھکر فرانس نے نہ فقط اپنے ضعف و پستی کو محسوس کیا بلکہ اب اُسے اپنی ہستی معرض خطر میں نظر آئی۔

اتحادِ ثلاثہ اور مُعاہدۂ ثلاثہ

اب دیکھنا چاہیئے کہ جرمنی کی کارستانیوں نے فرانس کو اور طاقتوں کو کس طرح بحر تفکرات میں ڈبو دیا۔ اور اُن کے لیئے نہایت غور طلب نئے نئے مسائل پیدا کر دیئے ۱۸۶۴ء میں پرشیا نے ڈنمارک کو شکست دی اور ایک صوبہ اُس سے چھین لیا۔ ۱۸۶۶ء میں پرشیا نے آسٹریا کو شکست دی اور اُس کے دماغ سے ہمسری کے سارے خیالات دُور کر دیئے۔ ۱۸۷۰ء میں پرشیا نے فرانس کو شکست دی اور اُس سے دو صوبے چھین لیئے یہ تینوں لڑائیاں شاہ پرشیا کی طرف سے قصداً چھیڑ کر شروع کی گئیں اور ان تینوں لڑائیوں کا الگ الگ خاص خاص مقصود تھا۔

اوّل۔ ڈنمارک کی لڑائی سے مقصود یہ تھا کہ ایسے بندر مل جائیں جہاں سے بآسانی بحر شالی اور بحر بالٹک میں جانے کو رستہ مل جائے اور ہمیشہ کے لیئے ڈنمارک دبا رہے۔

دوم۔ آسٹریا کی لڑائی سے مقصود یہ تھا کہ یہ حریف جرمنی کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر قبضہ نہ کرنے پائے۔

سوم۔ فرانس کی لڑائی سے مقصود یہ تھا کہ فرانس بھی ہمیشہ کیلئے کمزور ہو جائے اُس کے

دوزرخیز صوبے ہاتھ آئیں اور جرمنی کی ریاستیں پرشیا کے بادشاہ کو اپنا شاہنشاہ
مان لیں۔ جب پرشیا کو یہ سارے مقاصد حاصل ہو گئے تو شاہِ پرشیا یورپ میں نہایت
زبردست ہو گیا اور جرمنی کی ریاستوں کا بھی مالک و مختار بن گیا۔

اب شاہنشاہِ جرمنی نے ایک اور نیا ڈھنگ نکالا جس سے رفتہ رفتہ اس کا اقتدار
بڑھتا جائے اور محض دھمکی سے اسکا کام بن جایا کرے۔ اپنی فتوحات سے فارغ ہوکر
اُسنے آسٹریا اور اٹلی کے ساتھ اتحاد کیا کہ اگر کوئی طاقت ہم میں سے کسی پر حملہ کرے
تو ہم ایک دوسرے کی مدد کرینگے۔ اِن تینوں طاقتوں کے اِس اتحاد ثلاثہ سے فرانس
اور بے دل اور ہراساں ہوا۔ اور اپنے لیے مددگار تلاش کرنے لگا۔ اُدھر روس
کو بھی جرمنی۔ آسٹریا اور اٹلی کے اتحاد سے بڑا خدشہ اور دغدغہ پیدا ہوا۔ اُسے بھی رفیق
و معین کی ضرورت اور تلاش تھی چنانچہ روس اور فرانس نے خوشی خوشی آپس میں استعانت
و امداد کی شرطیں مقرر و منظور کر لیں اسی اثنا میں برطانیہ کو بھی اتحاد ثلاثہ سے بڑا اضطراب
ہوا کیونکہ وہاں کے مدبّروں نے محسوس کیا کہ جرمنی۔ آسٹریا اور اٹلی کا اتحاد فی الحقیقت
یہ معنی رکھتا ہے کہ موقع پر فرانس کا شمالی ساحل جرمنی کے ہاتھ لگے۔ اِس سازش میں برطانیہ
کے بحری رعب و رتبہ کے لئے بہت بڑا خطرہ تھا۔ لہذا برطانیہ کو اپنے بچاؤ اور فرانس
کی حمایت کے لیے ایسی صورت اختیار کرنی پڑی جس سے وقت پر مدد دینی یا لینی آسان
ہو۔ پس قدرتاً اِن تینوں طاقتوں میں ایسا ربط و ضبط شروع ہوا جس سے سارے عقدے
حل ہوتے نظر آئے۔ اِس کا نام ہم نے معاہدۂ ثلاثہ رکھا ہے۔ یہ معاہدۂ ثلاثہ اتحاد ثلاثہ کا
جواب ہے۔ اِس معاہدہ کے ساتھ ہی فرانس نے اپنے فوجی انتظام کو درست کیا
اور اپنی تجارت اور مقبوضات پر اپنی توجہ مبذول کرنی شروع کی۔

فرانس کے پاس بہت سے مقبوضات ہیں اور انکا رقبہ پچھتر لاکھ مربع میل ہی
جرمنی کو اس بات سے بڑی جلن ہے کہ فرانس کے ماتحت اتنی زمین ہے اور
موجودہ جنگ سے اس کا یہی مقصود تھا کہ فرانس کے مقبوضات پر تسلط حاصل ہو
فرانس میں امریکا کے صوبجات متحدہ کی طرح جمہوری سلطنت ہی اور یہاں بھی عالمگیر
فوجی خدمت کا طریق رائج ہے۔
برطانیہ۔ کُل جزائرِ برطانیہ کا رقبہ ایک لاکھ اکتیس ہزار مربع میل اور آبادی
ساڑھے چار کروڑ ہے۔ اِسکے مفصل حال کی ضرورت نہیں کیونکہ دولت انگلشیہ کے
اقتدار و جلال کا حال اِس ملک میں سب کو معلوم ہے اِسکے مقبوضات روئے
زمین پر چاروں جانب پھیلے ہوئے ہیں۔ اور اُنکے جنگی جہاز سارے سمندروں پہ
اپنا زور رکھتے ہیں۔ برطانیہ سب سے بڑی اور شاندار بحری طاقت ہے اور اس کے
مقبوضات کا رقبہ ایک کروڑ میل سے کہیں زیادہ اور آبادی چالیس کروڑ ہی یہاں
یہ بتانا ضروری ہے کہ اکیلے برطانیہ کی بحری قوت ایسی ہے کہ وہ سارے یورپ
کی بحری قوت کا مقابلہ کرسکتا ہی۔ ذیل کے نقشہ سے صفائی کے ساتھ معلوم ہوجائیگا
کہ دولتِ برطانیہ سارے سمندروں کی ملکہ ہے اور کسیکی مجال نہیں کہ انہیں آنکھ بھر کر
دیکھے۔ ان کی بحری قوت اور استقامت کی سب سے پختہ اور واضح دلیل یہ ہو کہ انگریزوں
کے جنگی جہازوں نے جرمنی کے جنگی جہازوں کو اُن کے بندروں میں دھکیل دیا جرمنی
کی کڑوڑہا روپیہ کی تجارت کو حرف غلط کی طرح سمندر کی سطح پر سے اُڑا دیا۔ اور آپ
سارے سمندروں میں شاہانہ آزادی کے ساتھ پھرتے ہیں۔ اِسکا بھی مفصل بیان آگے
آئیگا اب اس نقشہ کا ملاحظہ کرکے ہر سمجھدار انسان آپ فیصلہ کرسکتا ہو کہ انکا کیا رعب داب اور جاہ و احتشام ہی

مختلف محارب طاقتوں کی بحری قوت کا نقشہ

نمبر	نام	جنگی جہاز نئے اور پرانے	مسلح کروزر (جنگی جہاز)	ہلکے کروزر (جنگی جہاز)	تباہ کن جہاز	تارپیڈو کی کشتیاں	آبدوز کشتیاں	میزان
۱	برطانیہ	۷۴	۴۴	۷۶	۲۴۴	۱۰۹	۸۱	۶۲۸
۲	فرانس	۲۷	۱۸	۲۲	۸۳	۱۷۰	۵۷	۳۷۷
۳	روس	۲۲	۱۸	۰	۱۱۶	۲۶	۳۲	۲۱۴
۴	اٹلی	۲۰	۰	۲۵	۳۹	۸۵	۲۵	۱۹۴
۵	جرمنی	۳۵	۲۱	۳۶	۱۹۷	۲۹	۳۱	۳۴۹
۶	آسٹریا	۱۷	۰	۱۱	۱۸	۵	۱۱	۶۲
۷	ٹرکی	۲	۲	۶	۸	۹	۰	۲۷
۸	جرمنی۔ آسٹریا۔ ٹرکی ملاکر	۵۴	۲۳	۵۳	۲۲۳	۴۳	۴۲	۴۳۸
۹	برطانیہ۔ فرانس روس اور اٹلی ملاکر	۱۴۳	۸۰	۱۲۳	۴۸۲	۳۹۰	۱۹۵	۱۴۱۳

نقشہ سابقہ سے ظاہر ہے کہ دشمن کے جنگی جہاز کیسے گھرے اور مجبور ہونگے کیونکہ اپنی تعداد کی کمی کی وجہ سے وہ اپنے بندروں کے دہانوں میں سُرنگ لگائے پیچھے بیٹھے ہیں۔ اہلِ برطانیہ کے متعلق یہ یاد رکھنا ضروری ہی کہ گو وہ ہند کے بادشاہ ہیں تاہم ہند کو چھوڑ کر ایسے بڑے بڑے مقبوضات اُنکے پاس ہیں جو اُن ہی سے آباد ہیں۔

ہمیں معلوم ہے کہ کرۂ زمین کا پانچواں حِصّہ اُنکے زیرِ حکومت ہی اور دنیا کے ہر گوشہ میں اور مجمع الجزیروں میں یہ بادشاہی کر رہے ہیں۔ اُنکے مقبوضات آسٹریلیا، نیوزیلینڈ جنوبی افریقہ اور کینیڈا اس وقت زبردست ریاستیں ہیں۔ اِن مقامات کا رقبہ چھہتّر لاکھ مربع میل سے زیادہ یعنی ملک ہند کے رقبہ سے چوگنا اور آبادی ڈیڑھ کروڑ کے قریب ہے اِن ملکوں میں اناج اور کھانے پینے کی چیزیں بہ افراط پیدا ہوتی ہیں۔ اور اُن کی بہت بڑی تجارت ہے۔ لہٰذا ہماری سرکار عالیہ اپنے موقعہ اور ضرورت کے مطابق بے انتہا سامان یہاں سے منگا سکتی ہے۔ بلکہ ان مقبوضات نے اپنے جنگی جہاز اور فوج کے دستے اور اپنے سارے سر و سامان کو سلطنتِ برطانیہ کے زیر حکم کر دیا ہی اور خصوصًا کینیڈا اور آسٹریلیا میں لاکھوں سپاہی اور آلاتِ حرب تیار ہو رہے ہیں۔

برطانیہ کا طرزِ حکومت بہت کچھ اور مغربی طاقتوں سے ملتا ہے مگر یہاں عالمگیر فوجی خدمت کا سلسلہ نہیں اور کوئی شخص فوج میں داخل ہونے کے لئے قانونًا مجبور نہیں کیا جاتا یورپ میں انگلستان ہی ایسا ملک ہے جہاں شخصی آزادی کے ساتھ امن و انتظام کی یہ کیفیت ہے کہ بڑی فوج رکھنے کی ضرورت نہیں۔ تھوڑے سے آدمی فتنہ و فساد کو روکنے اور ملک کی حفاظت کرنے کو کافی ہیں۔ ان کا دار و مدار بیشتر اپنی بحری قوت پر ہے مگر ہاں دشمن کی خبر سنتے ہی ایسی زبردست فوج تیار کر لیتے ہیں کہ آخر میں غنیم کو نیچا

ہی دکھاتے ہیں۔ چنانچہ اس محاربۂ عظیم کے شروع ہوتے ہی جو قواعدداں سپاہی ملک کے اندر موجود تھے جھٹ فرانس پہنچادئے گئے۔ انگریزی بیڑے نے جرمنی بیڑے کو گھیر لیا۔ اور بحرِ شمالی سے دھکیل کر اُسے مجبور کیا۔ کہ وہ اپنے بندروں میں پناہ لے اور ادھر لارڈ کچنر صاحب فوراً لاکھوں لاکھ کی فوج تیار کرنے لگے لاکھوں کے دَل اسوقت میدانِ جنگ میں دشمن کے سامنے فولادی دیوار کی طرح ڈٹے ہیں اور لاکھوں انگلستان۔ ہند۔ کینیڈا۔ آسٹریلیا۔ نیوزیلینڈ اور جنوبی افریقہ میں تیار ہورہے ہیں۔

انگریزی حکومت کی برکتیں

ہمارے ملک میں بھی انگریز آزادی اور امن کے اُصول و قاعدے پر سلطنت کررہے ہیں جرمنی کی طرح ہر جوان کو سپاہگری کے لئے مجبور نہیں کرتے اور نہ ملک کے روپئے کو لشکرِ جرار پر اُڑاتے ہیں۔ فوج اتنی ہی رکھتے ہیں جو امن قایم رکھنے کے لئے ضروری اور غنیم کو سرحد سے دور رکھنے کے لئے کافی ہو۔ باقی ملک کا پیسہ پیسہ رعایا کی بہبودی و فلاح میں صرف ہوتا ہے۔ تاریخیں موجود ہیں۔ ریاستیں موجود ہیں۔ آس پاس کی مہذب قوموں تک جانا مشکل نہیں۔ یہ تو روشنی کا زمانہ ہے اور اخبار روزمیں دنیا بھر کا حال چھپتا ہے۔ ہم اپنا مقابلہ اپنے آباؤاجداد کے حال کے ساتھ۔ رجواڑوں کے ساتھ۔ اور دیگر اقوام کے ساتھ کرکے خود سمجھ سکتے ہیں کہ دولتِ انگلشیہ کے اقبال کے کیا معنی ہیں۔ اور اسکی بدولت ہمیں کیسی برکت اور سعادت اور اقبال مندی نصیب ہے جب سے اس مقدس آریہ ورت میں انگریزوں کے مبارک قدم آئے ملک کی کایا پلٹ گئی۔ اور رعایا کی حالت دگرگوں ہوگئی۔ پہلے آپس کے کینہ و عناد کے سبب سے آئے دن فتنہ و فساد رہتا تھا۔ اب چاروں طرف سب کو آرام ہے۔

اور ہم دن عید اور رات شب برات مناتے ہیں۔ جب سے یہ خوش اخلاق وسفید رنگ
بدیسی ہمارے مہمان ہوئے۔ ملک ہند کی قدر ومنزلت بڑھ گئی۔ کن کن برکتوں اور
فوائد کا یہاں ذکر کریں؟ ملک آئینہ بنا ہوا ہے۔ دیکھ لو دکھا لو اور اولین ومعاصرین
سے کے ساتھ جس طرح اور جس وقت چاہو ملا لو۔ جب سے خسروانِ برطانیہ یہاں کے سفید
وسیاہ کے مالک ہوئے اور اس وسیع سرزمین کے طول وعرض میں اُن کے سکّے
چلنے لگے۔ تب سے کشور ہندوستان حصارِ عافیت ہو گیا اور یہاں کی ساری
قوموں اور فرقوں کو آسایش و آرام حاصل ہوا۔ جان کی حفاظت ہے۔ مال کی نگہداشت ہے
علم کا زور ہے۔ دولت کی افراط ہے۔ خانہ جنگی سے محفوظ ہیں۔ بیرونی حملوں سے مامون
ہیں۔ بدنظمی دور ہوئی۔ بے اطمینانی کافور ہوئی۔ جہالت کی روک تھام ہے۔ مریضوں کا
انتظام ہے۔ کمزوروں کی حمایت ہے۔ پست حالوں کی رعایت ہے۔ عدالتیں
کھُلی ہیں۔ حاکم موجود ہیں۔ مظلوموں کی دادرسی ہے۔ مذہب کی آزادی ہے۔
تہذیب کی اشاعت ہے۔ تجارت کی ترقی ہے۔ ڈاک کا آرام ہے۔ سفر آسان
ہے۔ گھر میں بے فکر ہیں۔ باہر بے کھٹکے ہیں۔ ہر قوم۔ ہر فرقہ۔ ہر جماعت پر ہماری
سرکار مادرِ مہربان کی طرح نظرِ شفقت رکھتی ہے۔ اور رعایا کی حفاظت اور اُنکے بچوں کی تعلیم کا
انتظام کرتی ہے۔ جابجا مدرسے اور کالج اور دار العلوم ہیں۔ اور مشرقی ومغربی علوم و
فنون سکھائے جاتے ہیں۔ کاشتکاروں کو ہر طرح سے مدد دی جاتی ہے۔ اور بڑے
بڑے خشک قطعے نہروں سے سیراب کئے جاتے ہیں۔ عدالت وانصاف کا یہ حال ہے
کہ جب تک جرم ثابت نہ ہو مجرم کو سزا نہیں ہوتی۔ اور پھر نورٌ علےٰ نور۔ یہ کتنی بڑی
بات ہے کہ اگر دُکھ ہو۔ تکلیف ہو۔ شکایت ہو۔ اُسے ہماری سرکار بغور

وہمدردی سُنتی اور اُسے رفع کرتی ہے۔ ہمارے حاکموں کو ہماری فکر ہے۔ ہماری قدر ہے۔ ہمارا خیال ہے۔ ہم پر اعتبار ہے۔ جو برکتیں ہمیں ان کے زیرِ سایہ حاصل ہیں اُن کے لیے ہمارے بزرگوں کی روحیں انھیں دعا دیتی اور ہمارے دل انکی تحسین وسپاس سے لبریز ہیں۔ چراغ لیکر بھی ڈھونڈیں تو بھی ان سے بڑھکر شفیق و مہربان۔ بلند ہمت وفیاض۔ قدردان وصاحبِ انصاف ہمیں کوئی نہ ملیگا۔ اِس سے پہلے ہند میں کب ایسا امن تھا۔ اور ایسی سلامتی۔ ایسا انتظام اور ایسا آرام؟ کب رحم کا ایسا عہد تھا اور انصاف کا ایسا دور؟ انگریزوں کی بدولت ہمیں بہت سی برکتیں حاصل ہیں۔ اور انھیں کی وساطت ومدد سے ہماری گھری سے گھری اور اعلےٰ سے اعلےٰ قومی مرادیں بر آئیں گی۔ جو ان کے مخالف ہیں وہ دراصل اپنی قوم وملک کے مخالف ہیں۔ جو اِن کے ہواخواہ اور دوست ہیں وہ سچے محب القوم۔ اور محبّ الوطن ہیں۔

اٹلی۔ اِس کا رقبہ ایک لاکھ چودہ ہزار مربع میل اور آبادی ساڑھے تین کروڑ ہے قدیم زمانے میں رومتہ الکبریٰ کی بدولت اِس ملک نے بڑا فروغ پایا اور صدیوں تک علوم وفنون اور مذہب وتہذیب کا مرکز رہا۔ زمانۂ متوسط میں کبھی یہاں جرمنی کی حکومت رہی۔ کبھی فرانس کی۔ کبھی آسٹریا کی۔ اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں یہاں عام طور پر آسٹریا کی حکومت تھی اور جابجا ریاستیں قایم ہوگئی تھیں ۱۸۵۹ء میں اٹلی نے آسٹریا کا جوا اپنے سر سے اُتار پھینکا اور ساری ریاستیں ایک بادشاہ کے زیرِ نگیں ہوگئیں۔ یہاں بھی بہت کچھ عالمگیر فوجی خدمت کا سلسلہ ہے اور وقتِ ضرورت میں تیس پینتیس لاکھ سپاہی میدان میں حاضر کیئے جاسکتے ہیں۔ اٹلی کے پاس

خاصہ زبردست بیڑہ ہے جو بالفعل آسٹریا کے بیڑہ کو بحرِ اڈریاٹک میں گھیرے بیٹھا ہے۔

سرویا۔ اس کا رقبہ کل بیس ہزار مربع میل اور آبادی تیس لاکھ ہے۔ اہلِ سرویا روسیوں کی طرح سلاو نسل سے ہیں اور زارِ روس کو اپنا معاون و سرپرست جانتے ہیں۔ یہ ملک پہلے سلطانِ روم کے قبضہ میں تھا۔ لیکن اس نے ۱۸۷۹ء میں پوری آزادی اور خود مختاری حاصل کی۔ اسی ملک پر وہ جنگ شروع ہوئی جس نے سارے یورپ کو ہلا دیا ہے۔

بیلجیم۔ اس کا رقبہ گیارہ ہزار مربع میل مگر آبادی ستر لاکھ ہے۔ اسکی تاریخ عجیب اور دلچسپ ہے۔ ۱۸۳۹ء میں جرمنی۔ آسٹریا۔ روس۔ فرانس اور انگلستان نے اِسے آزاد اور غیر جانب دار طاقت قرار دیا اور یہ شرط لگادی کہ لڑائی کے موقع پر بیلجیم کسی طاقت کو مدد نہ دے اور یہ پانچوں طاقتیں ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے لئے بیلجیم سے اپنی فوج کو نہ لے جائیں۔ بیلجیم کی غیر جانب داری کی شرطوں کو ۱۹۰۷ء میں ہیگ کے کانفرنس میں جرمنی۔ آسٹریا۔ روس۔ فرانس۔ اور انگلستان نے از سرِ نو منظور و تسلیم کیا۔ موجودہ جنگ سے چار روز پہلے جرمن سفیر نے شاہِ بیلجیم کو یقین دلایا کہ جرمنی بیلجیم کی غیر جانب داری کی شرط کو ہمیشہ مدِ نظر رکھے گا۔ اِس کے دو ہی دن کے بعد جرمنی نے اپنے سارے عہد و پیمان کے خلاف بیلجیم سے اپنی فوج لیجانے کی اجازت مانگی۔ تاکہ فرانس پر حملہ کرے +

عہد و پیمان پر سلطنتوں اور قوموں کا انحصار

ہزاروں برس سے ساری قوموں کے درمیان وحشی ہوں یا مہذب آپس کا عہد و پیمان نہایت مقدس سمجھا گیا ہے۔ اور ہر فرد و بشر بلا تامل یہ کہدیگا کہ زبان کا پاس بڑا بھاری جوہر اور شرط انسانیت ہی۔ ہمارے خانگی اور بزمی تعلقات و معاملات کی بنیاد اسی پر ہے اگر عہد و پیمان مقدس نہ سمجھے جائیں تو نہ جان کی خیر ہے نہ مال کی سلامتی۔ وحشی سے وحشی قوموں کے نزدیک بھی عہد شکنی غایت درجہ کا مکروہ اور غلیظ فعل ہے۔ اب ذرا سوچیئے کہ کیا کسی حال میں جرمنی کو واجب تھا کہ اپنے عہد اور بین الاقوامی قاعدے کے خلاف بلجیم سے اپنی فوج لیجانے کو رستہ مانگے؟ بتایئے کہ جرمنی کو اپنے عہد کا کتنا پاس اور بین الاقوامی قوانین کا کتنا لحاظ ہے؟ مہذب قوموں کے آگے اس کا کیا مُنہ رہا اور کیا وقار؟ جرمنی کی اس بدعہدی اور وعدہ خلافی سے سارے عالم پر روشن ہوگیا کہ اہل جرمنی کے نزدیک نہ وعدہ کوئی چیز ہے اور نہ کمزور قوموں کے حقوق کے کچھ معنی ہیں۔ برعکس اس کے فرانس کے چلن کو دیکھیے۔ سنہ ۱۸۷۰ء کی جنگ میں جرمنی سپاہیوں نے فرانسیسی سپاہیوں کا تعاقب کیا۔ اور انہیں بلجیم کی سرحد تک پہنچایا۔ اب جان بچانیکی فرانسیسی سپاہیوں کے آگے دو ہی صورتیں تھیں۔ یا تو دشمن کے آگے اپنے ہتھیار ڈالیں یا بلجیم کی غیر جانب داری کو بالائے طاق رکھکر اُسمیں داخل ہو جائیں۔ اُن کو آفرین ہے کہ انہوں نے شکست کی ذلت منظور کی۔ پر مروت و وفا کا مُنہ کالا نہ کیا۔

بلجیم اور فرانس میں جرمنی کی وحشیانہ حرکتیں

آہ! بلجیم اور فرانس میں جرمن سپاہ نے کیسی کیسی بے رحمی اور زیادتی کی۔ اور کیسی بلا کی سنگدلی اور بے دردی دکھائی ہے! اے رب العالمین۔ خداوند ذو الجلال اور بادشاہِ کون و مکان! توبہ ہے اور استغفار۔ ملک ہند کو ایسی آفتوں اور ایسے دنوں سے بچائیو! ؎

دردِ دل با تو بگویم کہ خداوندِ منی
یا نہ گویم کہ تو خود مطّلعی بر اسرار

کہاں سے وہ زبان لائیں جو اُن ملکوں کی ویرانی کی کیفیت بیان کرے اور کس قلم سے وہاں کے باشندوں کا حال رقم ہو؟ شاندار اور قدیم شہروں اور قصبوں کو جلانا۔ کتب خانوں کو آگ لگانا۔ کھیتوں اور باغوں کو ویران کرنا۔ دکانوں اور گھروں کو لوٹنا۔ بے گناہوں اور زخمیوں کو جان سے مارنا۔ مُردوں کے اعضاء کو کاٹنا۔ شریف عورتوں کو بے حرمت کرنا ضعیفوں اور معصوم بچوں کو قتل کرنا۔ پورے پورے خاندانوں کو گھروں میں بند کر کے آگ لگا دینا۔ راہ چلتوں کو گولی مارنا۔ ہسپتالوں پر گولے برسانا۔ گرجوں کو ڈھانا۔ خوبصورت عمارتوں کو مسمار کرنا۔ یہ سب جرمن سپاہ کے کارنامے ہیں جو قوموں کی لوحِ دل پر قیامت تک منقوش رہیں گے۔ کوئی جا کر اُن جلی ہوئی بستیوں اور ویران شہروں کو دیکھے جو جنگ سے پہلے دُلہن کی طرح سجے سجائے عیش و آرام کے لوازم سے آراستہ تھے وہاں کے باشندوں کا یہ حال ہے کہ ؎

جلی ہیں دھوپ میں شکلیں جو ماہتاب کی تھیں   کھنچی ہیں کانٹوں پہ جو پتیاں گلاب کی تھیں

وہاں کے مردوں اور عورتوں اور بچوں نے جرمن سپاہ کی غارتگری اور بالادستی سے بچنے کے لئے سے

مقامِ امن جو ڈھونڈا تو راہ بھی نہ ملی وہ قہر تھا کہ خدا کی پناہ بھی نہ ملی

ہم ہندوستان کے ہیں جہاں کی خاک میں حمیّت و انسانیت ہے اور جہاں کے لوگ ہندو ہوں یا مسلمان بیکس و بے گناہ کو ستانا خدا کا گنہگار بننا جانتے ہیں۔ ہمیں عاقبت کا خوف اور انسان کا لحاظ ہے۔ جرمنی کی ایسی تہذیب اور کرتوت سے ہمیں نفرت و کراہیت ہے۔ اُن سے کسیکو فیضیابی کی کیا اُمید جنکے کلیجے پتھر اور دل سیاہ اور دیدے شرم و حیا سے دُھلے ہوں؟ ایشیائی قوموں کو ایسوں سے مہربانی اور وفا کی کیا آس جنہوں نے فرنگی قوموں کو بے قصور ستایا اور رحم نہ کیا؟ جس قوم کے گولوں کے آگے گرجوں کو بھی خیر نہیں۔ اُسکی نظر میں دیگر مذہب والوں کے معبد اور مندر اور مسجد کیا وقعت رکھتے ہیں؟

اسبابِ جنگ

کئی باتیں اسبابِ جنگ میں شامل ہیں۔ مخالفوں کی روک تھام۔ مُلک گیری کی طمع۔ ضرورت۔ اپنا بچاؤ اور تحفظ۔ کمزوروں کی مدد اور ظلم و ستم کی بیخکنی۔ یہ اکثر جنگ کے اسباب ہیں۔ اب ہم یہ دکھانے کی کوشش کرینگے کہ موجودہ جنگ میں ہم ان سارے اسباب کو کام کرتے دیکھتے ہیں۔

اول۔ مخالفوں کی روک تھام۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ جرمنی نے آسٹریا اور اٹلی کے ساتھ اسی غرض سے اتحاد کیا کہ روس اور فرانس کو دبا سکے۔ بلقان میں روسی نسل کے

لاکھوں لاکھ باشندے ہیں۔ جرمنی اور آسٹریا کی یہی کوشش ہے کہ روسیوں کو ان سے الگ رکھیں اور بلقانی معاملات میں زارِ روس کو دخل نہ ہو۔ چنانچہ ۱۹۰۸ء میں جب آسٹریا نے بروبائتی سے بوسینا اور ہرزی گووینا کو سلطانِ روم سے بالکل الگ کرکے اُنھیں اپنی قلمرو میں شامل کر لیا اور روس نے اس دراز دستی پر جھگڑا اُٹھانا چاہا تو جرمنی نے روس کو اطلاع دی کہ بروقت جنگ مجھے آسٹریا کا ساتھ دینا پڑے گا۔ اس دھمکی سے روس کو خاموش ہونا پڑا۔ پس ہم صفائی سے دیکھتے ہیں کہ جرمنی اور آسٹریا کا اتحاد اسی مقصد سے تھا کہ روس یورپ میں زور نہ پکڑنے پائے۔

دوم۔ ملک گیری کی طمع۔ جب ۱۸۷۰ء میں جرمنی نے فرانس کو شکست دی تو یوروپ کی طاقتوں میں اُس کا بہت بڑا درجہ ہو گیا۔ اس زمانہ سے جرمنی کے شاہنشاہ کی یہ تجویز ہوئی کہ یورپ میں ہمارے زور و اقتدار کے سامنے کسی طاقت کو دم مارنے کی بھی مجال نہ ہو۔ اسی خیال سے بسمارک نے آسٹریا سے عہد کیا اور اُس عہد میں اٹلی کو بھی شامل کر لیا۔ اتنے میں ۱۸۸۸ء میں قیصر ولیم ثانی تخت نشین ہوا۔ عنانِ حکومت کو ہاتھ میں لینے کے دو برس کے اندر اُسنے بسمارک کو جسکی کوششوں اور تدبیروں کی بدولت جرمنی کو اتنا عروج ہوا وزیرِ اعظم کے عہدے سے معزول کر دیا۔ اور عقاب کی طرح بلند پروازی شروع کی۔ اب سے آیندہ اسکی حکمتِ عملی کا لب لباب یہی رہا کہ ساری دُنیا میں جرمنی کا درجہ اول ہو۔ اُسنے دیکھا کہ یکے بعد دیگرے نہایت عظیم الشان سلطنتیں برپا ہوئیں اور اُنھوں نے دور و دراز کے ملکوں پر مدتوں حکمرانی کی۔ قیصرانِ روم الکبرےٰ۔ خلفائے عباسیہ۔ سلاطینِ قسطنطنیہ۔ تاجورانِ ہسپانیہ۔ خسروانِ فرانس اور باشاہانِ برطانیہ کی عظمت و شکوہ اور جاہ و جلال سے اُسنے اپنی قوم و سلطنت

کے لیے یہی سبق نکالا کہ بیسویں صدی میں یہ حق جرمنی کا ہے کہ ہفت اقلیم کی شاہنشاہی کو اپنے قبضہ میں لائے اور صفحہ روزگار کو اپنی فتوحات کی یادگاروں سے بھر دے اُسنے سوچا کہ میں اپنی لاکھوں لاکھ سپاہ کے ذریعہ سے سارے آفاق کو اپنے زیرنگین اور اپنے تاج کو عقدِ ثریا سے بالا اور شاندار کر سکتا ہوں۔ ان میٹھے میٹھے اور دل آویز ان خوابوں نے اُسے یہاں تک گدگدایا کہ سکندر کی طرح عالمگیری اور اقلیم ستانی کا اُسنے مصمم ارادہ کر لیا۔ ملک گیری کی یہ طمع لڑائی کا دوسرا سبب ہو۔

سوم۔ ضرورت۔ اِدہر قیصر اپنے لئے سبز باغ لگا رہا تھا۔ اُدہر اُسکے مدبروں نے یہ راگنی چھیڑی کہ جرمنی ملک گیری پر مجبور ہے۔ کیونکہ اسکی کثیر آبادی کے لیے جگہ چاہیئے۔ ان کا یہ کہنا ٹھیک بھی ہے کیونکہ ۱۸۷۰ء میں جرمنی کی آبادی پونے چار کروڑ تھی اور ۱۹۱۲ء میں اسکی آبادی سات کروڑ نکلی۔ یعنی بیالیس برس میں ان کا شمار قریب دونا ہو گیا۔ زمین اُن کے پاس فرانس سے بھی کچھ ہی زیادہ ہے مگر آبادی کی کثرت کی وجہ سے ملک میں زیادہ گنجایش نہیں۔ اسی سبب سے لاکھوں جرمن مختلف ممالک خصوصًا امریکہ میں جا بسے ہیں۔ لہذا انہیں ان کی کثیر آبادی کے لئے مقبوضات کی ضرورت ہے آبادی کی کثرت کے ساتھ وہ اپنی تجارت کی غیر معمولی ترقی کو بھی دکھاتے ہیں۔ پچھلے چوالیس برسوں میں جرمنی کی تجارت اربوں ارب روپیئے کی ہو گئی۔ اس تجارت کی حفاظت کے بہانے اُسنے ایسا بیڑا تیار کیا جو دنیا کے بیڑوں میں دوسرا درجہ رکھتا ہے۔

چہارم۔ اپنا بچاؤ اور تحفظ۔ جرمنی کی ان بندشوں اور تدبیروں میں یوروپ کی دیگر طاقتوں نے اپنے لئے بہت بڑا خطرہ دیکھا۔ قیصر ولیم ثانی اور اُسکے ارکین دولت

ملکِ جرمنی کے شعرا اور علما اور وہاں کے مشہور خطیب اور انشا پرداز۔ کبھی اولوالعزمی کے روپ میں اور کبھی ضرورت کے پیرایہ میں۔ ساری قوم کو تحریک و ترغیب دے رہے تھے کہ اور طاقتوں سے جنگ کرنے کے لیئے وہ تیار ہو جائے۔ خاصکر جرمنی اور آسٹریا اور اٹلی کے اتحاد نے سب کو مضطرب اور بے چین کر دیا تھا۔ چنانچہ قدرتاً روس فرانس اور برطانیہ کو اپنے بچاؤ کا انتظام اِس طرح کرنا پڑا کہ اُنھوں نے بھی آپس میں معاہدۂ ثلاثہ قایم کر لیا۔

پنجم۔ کمزوروں کی مدد اور ظلم و ستم کی بیخکنی۔ سنہ ۱۹۱۴ء کے اگست کے شروع میں آسٹریا نے سرویا پر حملہ کر کے اور جرمنی نے بیلجیم کو چھیڑ کر برطانیہ۔ روس۔ اور فرانس کو نہ فقط اپنے بچاؤ پر بلکہ کمزوروں کی مدد اور ظلم کی بیخکنی پر آمادہ کیا۔ بیلجیم کی غیر جانبداری کی شرطوں اور وعدوں میں جیسا پہلے بیان ہو چکا۔ برطانیہ بھی شامل تھا جب جرمنی نے اپنے وعدہ کے خلاف بیلجیم پر فوج کشی کی۔ تو برطانیہ کو اپنے وعدہ کے مطابق بیلجیم کی حمایت لازمی ہوئی۔ اگر اس اہم اور نازک وقت پر اہلِ برطانیہ اپنی زبان سے ٹلتے تو نہ اِن کا ضمیر اُنھیں چین لینے دیتا اور نہ وہ دُنیا کو مُنہ دکھانے کے لایق رہتے۔ اور حق تو یہ ہے کہ اڑے وقت پر مخالفوں کے دَل کے آگے کمزور پڑوسی کی پشت پر ہونا بڑی ہمّت کا کام ہے۔ اور اسی پر انسان کے وقار کا دار و مدار ہے۔

ہمّت بلند دار کہ نزدِ خدا و خلق   باشد بقدرِ ہمّتِ تو اعتبارِ تو

برطانیہ کے بہت سے عہد و پیمان اور قوموں کے ساتھ اور خصوصاً ہند کے ساتھ ہوئے ہیں۔ اگر برطانیہ اپنے اُس عہد کو جو بیلجیم کے ساتھ کیا تھا پورا نہ کرتا تو اُس کے اور عہدوں اور وعدوں کا قوموں کے آگے کتنا اعتبار جاتا؟ انسانیت اور سیاسی ضرورتیں

اِس بات کی متقاضی تھیں کہ برطانیہ پورے طور پر ایفائے عہد کرے۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم اُس قوم کے زیرِ سایہ ہیں جو زبان کی سچی اور وعدہ کی پکی ہے۔ ہم اہلِ ہند اپنے بادشاہ جارج پنجم کے قربان ہیں جس نے اپنے لئے اور اپنے ملک کے لئے سخت اور جانکاہ تکلیفیں منظور کیں۔ پر مظلوم کی فریادرسی سے مُنہ موڑنا اور اپنی زبان سے ٹلنا گوارا نہ کیا۔

اور جیسے برطانیہ بلجیم کی مدد پر مجبور تھا ویسے ہی روس بھی سرویا کی مدد پر مجبور تھا کیونکہ روسی اور اہلِ سرویا ایک ہی اصل و گوہر سے ہیں اور ممکن نہ تھا کہ روسی اپنی آنکھوں سے اپنے بھائی بندوں پر ظلم ہوتے دیکھیں۔

چو عضوے بدرد آورد روزگار — دگر عضوہا را نماند قرار

آسٹریا اور جرمنی کی تیاریاں

ہم بتا چکے ہیں کہ ۱۸۷۰ء کے بعد جب اہلِ جرمنی نے فرانس کو شکستِ فاش دیکر اُس سے آلساس اور لورین کے صوبے چھین لئے تو ملک نے آبادی اور تجارت میں غیر معمولی ترقی کی۔ چنانچہ پچھلے چوالیس برسوں کے اندر آبادی عنقریب دونی ہو گئی اور تجارت کے ذریعہ سے دو چند دولت اور ملکوں سے آنے لگی۔ اب جرمنی کو اپنی طاقت و دولت کا نشہ چڑھا اور قیصر ولیم ثانی کی تخت نشینی کے زمانہ سے اسے ملک گیری کے خواب دکھائی دینے لگے۔ اب قیصر اور اُسکے وزیر و مشیر یہ کہنے لگے کہ ہمیں اپنی کثیر آبادی اور تجارت کے لئے مقبوضات کی ضرورت ہے۔ مگر دُنیا کے سارے زرخیز حصے آباد اور مختلف طاقتوں اور قوموں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ فقط افریقہ میں ابتک ایسے مقامات تھے جہاں وحشی حبشیوں کی بستیاں تھیں اور بحر الکاہل میں تھوڑے سے

چھوٹے چھوٹے جزیرے تھے جنپر کسی مغربی طاقت نے تسلط نہیں کیا تھا۔ لہذا جرمنی نے ان جزائر میں اپنے جھنڈے گاڑ دئے اور افریقہ کے مغرب میں ٹوگولینڈ اور کیمرون پر اور جنوب مغرب اور جنوب مشرق میں دو بڑے حصوں پر قبضہ کر لیا۔ افریقہ میں جنگ سے پہلے جرمنی کے مقبوضات کا کل رقبہ قریب گیارہ لاکھ مربع میل تھا یعنی ملک جرمنی سے چوگنا۔

یہ ملحوظ خاطر رہے کہ جرمنی نے ان وسیع حصوں کو اپنی قوم سے آباد کرنیکی کوشش نہ کی۔ شروع سے اُسکے خیالات یہی تھے کہ میں زرخیز حصوں کو قبضہ میں لاؤں یہ زرخیز حصے زیادہ تر برطانیہ۔ فرانس اور روس کے پاس ہیں۔ چنانچہ یہ تدبیر ہوئی کہ کسی طرح ان طاقتوں سے چھیڑ چھاڑ کرنی چاہیئے۔ اور یہ تینوں طاقتیں بڑی زبردست طاقتیں ہیں۔ ان سے لڑائی آسان نہ تھی۔ لہذا سب سے پہلے روس کو زک دینے کے لیئے جرمنی نے آسٹریا سے اتحاد کیا۔ اور اُسے یہ لالچ دیا کہ تم بلقان میں اپنا رعب اور زور دکھاؤ۔ روسیوں کو وہاں کے معاملات میں ہاتھ نہ ڈالنے دو۔ اور آہستہ آہستہ ساری بلقانی ریاستوں کو اپنی قلمرو میں شامل کر کے روس کے جنوبی حصہ کے بھی مالک ہو جاؤ۔ اور میں تمہیں روس کے غضب و انتقام سے بچانے کے لئے تمہاری پشت پر ہوں اور بوقت ضرورت جان اور مال سے تمہاری مدد کرونگا۔ اسی سبب سے آسٹریا نے بڑی بڑی تیاریاں کیں۔ اپنی فوج کو جرمنی کے سانچہ پر ڈھالا۔ سرحدوں پہ قلعے تیار کیئے جنگی آلات کا ذخیرہ جابجا فراہم کیا۔ موقعہ پاتے ہی ۱۹۰۸ء میں سُلطان روم کے دو زرخیز صوبے بوسینا اور ہرزی گوینا کو ملحق کر لیا اور آرچ ڈیوک فرڈینڈ اور اُسکی زوجہ کے قتل کو سرویا کے ساتھ جنگ کرنے کا بہانہ بنایا۔

جرمنی کی تیاریاں۔ ادھر جرمنی نے آسٹریا کو تو بلقان کا مالک بنانا چاہا اور آپ خود برطانیہ اور فرانس کے مقابلہ کی تیاری کرنے لگا۔ برطانیہ کی بحری قوت کے آگے ساری طاقتوں کا دم فنا ہوتا تھا۔ پس جرمنی کی کوشش یہ ہوئی کہ ایک زبردست بیڑہ تیار کرے۔ اور آہستہ آہستہ اپنی بحری قوت یہاں تک بڑھائی کہ ۱۹۱۴ء میں اس کا بیڑہ برطانیہ سے دوسرے درجہ کا ہو گیا۔ یہ بھی لازمی امر تھا کہ فوج نہایت زبردست ہو کہ فرانس کو یک بیک شکستہ اور عاجز کر سکے۔ سو اس کی بھی خوب تیاری کی گئی۔ پچھلے چوالیس برسوں سے جرمنی اس جنگ کی تیاری میں لگا تھا اور ہر سال آلات و سامانِ جنگی جمع کرتا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ پوری قوم کو ہتھیار اٹھانا سکھایا اور بے انتہا سامان ذخیرہ کیا۔ اور طاقتیں اپنے ملکی اور خانگی انتظام میں مشغول تھیں۔ اور یہ موذی خفیہ طور پر سفاکی اور خونریزی کی جستجو میں تھا۔ اپنے ہوائی اور بحری جہازوں اور آبدوز کشتیوں کے شمار کو بڑھاتا اور سائنس والوں سے قسم قسم کے ہلاک کن آلات بنواتا رہا۔

علماء اور فیلسوفوں کی تعلیم۔ منجملہ اس کے یہاں کے علماء قوم سکھانے لگے کہ برطانیہ اور فرانس اور روس ہمارے سب سے بڑے دشمن ہیں اور ہمیں نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں۔ اور ضرور ہے کہ ہم اپنی ساری طاقت سے اُن کا مقابلہ کریں فیلسوفوں نے کتابیں لکھنی شروع کر دیں کہ جنگ سے نہ فقط ہمیں نئے ممالک ملیں گے بلکہ جنگ کی بدولت خود ہم میں بڑے بڑے اوصاف پیدا ہو جائینگے اور آیندہ خدا کی طرف سے ہمارے لیے یہی حصہ ہے کہ ہم کمزور قوموں کو مغلوب کریں اور اُن کے زرخیز ملک اپنے قبضہ میں لائیں اور ساری دنیا کو جرمنی کی تہذیب کے اثر اور رنگ سے بھر دیں انہیں معلوم تھا کہ برطانیہ اور فرانس اور روس کو دبانا کوئی سہل کام نہیں۔ لہذا اپنی جانب

سے نہایت دور اندیشی کے ساتھ سالہا سال سے بڑے غضب کی تیاریاں کیں اور کوئی
دقیقہ اپنے جانتے فروگذاشت نہ کیا۔ سپاہی تیار کیے۔ آلات اور سامان تیار کیے
ہوائی جہاز تیار کیے۔ جنگی بیڑہ تیار کیا۔ آبدوز کشتیاں تیار کیں۔ ساری قوم کو محاربہ
کے لیے تیار کیا۔ چاروں طرف اپنے ہزار در ہزار جاسوس چھوڑے اور فقط موقعہ کا
انتظار تھا کہ دفعۃً موقعہ بھی آگیا اور خاصہ بہانا مل گیا اور فی الفور جنگ چھیڑ دی۔

آغاز جنگ

ہم نے دیکھا کہ جرمنی فقط موقعہ کی تاک میں لگا تھا۔ پہلے بھی کئی دفعہ اس نے چھیڑ چھاڑ
کی مگر اس خیال سے کہ اپنے پاس مضبوط بیڑہ نہیں زیادہ ہاتھ پاؤں نہ نکالے۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں
اچھا زبردست بیڑہ اس کے پاس تھا۔ اور خاص دو وجوہ سے اس کی یہ کوشش
تھی کہ جلد جنگ چھڑ جائے اور مقصود ہاتھ آئے۔ اول۔ آسٹریا اور خاصکر جرمنی کی تیاریوں
کے سبب سے روس اور فرانس کے دل میں کچھ شک گزرا کہ اس کی نیت خراب دکھائی دیتی ہے۔
اور انہوں نے یہ تجویز اور سعی کی کہ سنہ ۱۹۱۶ء تک اپنے فوجی انتظام کو مضبوط اور مکمل کر لیں۔
پس جرمنی کو یہ فکر ہوئی کہ اگر اس وقت انہیں نہ مارا تو آئندہ ہرگز موقعہ نہیں ملنے کا۔
دوسرے سنہ ۱۹۱۴ء میں روس اور برطانیہ میں بڑے بڑے اندرونی فساد پیدا ہو گئے
روس کی رعایا بغاوت پر آمادہ تھی اور سرکار روس کے سامنے امن اور انتظام کو قائم رکھنے کا
اہم مسئلہ درپیش تھا اور اسکے ساتھ ہی اور خرابیوں کی اصلاح میں روسی مدبر لگے ہوئے تھے۔
اسی سال ملک آئرلینڈ میں خانہ جنگی کی آگ سلگنی شروع ہوئی۔ اور آس پاس کی
ساری طاقتوں کو خیال ہوا کہ برطانیہ میں بڑی بھاری بدنظمی اور خونریزی ہوگی۔

روس اور برطانیہ کی اِن حالتوں کو دیکھکر اہلِ جرمنی بغلیں بجانے لگے کہ بس ایسے ہی اگر
کوئی حیلۂ جنگ کا مل جائے تو کام بن گیا۔ کیونکہ انہیں اس امر کا پورا یقین ہو گیا کہ روس
اور برطانیہ ایسے میں لاچار و بے بس ہیں۔ اگر ہم اپنی کارروائی شروع کر دیں اور فرانس
کو مار کر اُس کے مقبوضات چھینیں تو برطانیہ تو کچھ کر ہی نہیں سکتا کیونکہ اُس کے ہاتھ آئرلینڈ
میں گھرے ہوئے ہیں۔ اور اگر روس فرانس کی مدد کے لیے آیا بھی تو اُسے ہماری شرقی
سرحد تک آتے آتے اتنی مدت لگے گی کہ ہم اُس وقت تک فرانس کا کام تمام کر کے آسانی
سے روس کا مقابلہ کر سکیں گے۔ اِن دو وجوہ سے اُسے بڑی بیقراری تھی کہ کسی طرح
کوئی بہانہ ملے۔ اِن دو وجوہ کے ساتھ جرمنی کو اِس امر کا بھی پورا یقین تھا کہ اگر برطانیہ
اور روس مجھ سے لڑنے کے لیے اپنی فوجوں کو ایشیا سے ہٹائیں۔ تو روس پر جھٹ
چین اور جاپان حملہ کرینگے اور ہند میں یہاں سے وہاں تک غدر ہو جائیگا۔ چنانچہ روس اور
برطانیہ اِن ہی فسادوں کے اندیشوں سے ہم سے ہرگز نہ لڑینگے۔ وہ اپنے اِن ہی خیالوں
اور قطع و برید میں مشغول تھا کہ ۲۸ جون ۱۹۱۴ء کو عالم کے چاروں گوشوں میں تاروں
پر یہ وحشت ناک خبر دوڑ گئی کہ آسٹریا کا ولیعہد آرچ ڈیوک فرڈینینڈ معہ اپنی زوجہ کے
بوسینا کے دارالخلافہ سراجیو میں قاتلوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوا۔ اِس خبر کو سنکر سب کے
سب ششدر و حیران رہ گئے۔ اور دنیا کے سارے بادشاہوں نے آسٹریا کے ضعیف
و عمر رسیدہ شاہنشاہ کو ہمدردی کا پیغام بھیجا اور اس مکروہ فعل پر اپنے غیظ و غضب کا
اظہار کیا۔ شاہزادہ و شاہزادی کی تدفین کے بعد آسٹریا نے تحقیقات شروع کی اور
۲۳ جولائی ۱۹۱۴ء کو جرمنی سے صلاح کر کے سرویا کو ایک ہفتہ کا اعلانِ جنگ
دیا اور اس کے سامنے اس بنا پر کہ تمہارے چند افسروں کی طرف سے شاہزادے

اور شاہزادی کے قتل کی تحریک ہوئی ایسی دس شرطیں پیش کیں جن کا قبول کرنا
ایک آزاد طاقت کے لیے ناممکن تھا۔ اس بات پر اہل سرویا اور یورپ کے سارے
سلاطین متفق تھے کہ مجرموں کو خواہ کوئی کیوں نہوں پوری سزا ملنی چاہیے۔ پر ضرور تھا
کہ پہلے علانیہ جرم کا ثبوت ہوتا۔ آسٹریا نے جرم کا ثبوت کسی طاقت کو نہ دیا۔ فقط دعوےٰ کیا
کہ سرویا کی سازش سے یہ کام ہوا اور ایک ہفتہ کے اعلانِ جنگ سے سرویا کو دبانا چاہا
اب یکایک روس۔ برطانیہ۔ فرانس اور اٹلی کے وزیروں اور مدبروں کے کان کھڑے
ہوئے اور انہوں نے محسوس کیا کہ اگر جلدی نہ کی جائے تو ایسی آگ لگ جائیگی جو یورپ
کو بھسم کر دیگی۔ سبھوں نے کوشش کی کہ کسی طرح مشوروں سے فیصلہ ہو جائے۔
اور آسٹریا سے درخواست کی کہ سرویا کو ایک ہفتہ سے زیادہ مہلت دی جائے اور جرمنی سے
بیچ بچاؤ کے لیے کہا گیا۔ یہاں آسٹریا اور جرمنی دونوں کچھ اور ٹھانے بیٹھے تھے۔ جرمنی
نے لیت ولعل اور حیل وحجت کی۔ آسٹریا نے وقت کی میعاد نہ بڑھائی۔ اب روس کو یقین
ہوا کہ میرے ہمنسل و ہمقوم کو دبانے اور مجھے زک دینے کی یہ ساری تدبیریں ہیں۔ اس لیے
وہ سرویا کی مدد کو آمادہ ہوا اور اپنے ارادہ کا اعلان کر دیا۔ جرمنی اسی موقعی کی جستجو
میں تھا کہ کسی طرح روس کی طرف سے کوئی حرکت ہو اور میں وار شروع کردوں۔ جرمنی نے
سب کچھ سوچ رکھا تھا۔ اور سارا انتظام کر رکھا تھا۔ اس نے روس سے کہا کہ بارہ گھنٹے
کے اندر اپنی لشکر کشی بند کرو۔ روس نے مجبوری ظاہر کی اور کہا کہ اگر آسٹریا میرے
ہمقوم سرویا کو نہ ستائے تو میں خاموش رہوں گا اور میں ہر طرح سے منظور کرتا ہوں
طاقتہائے یورپ ملکر آسٹریا اور سرویا کے جھگڑے کا فیصلہ کردیں۔

اب معاملہ بگڑنے اور دگرگوں ہونے لگا۔ فرانس اور برطانیہ کو بڑی تشویش ہوئی

کہ کسی طرح فیصلہ ہو جائے۔ مگر جرمنی ہر تجویز میں کوئی نہ کوئی ریڑہ لگاتا رہا۔ روس اور فرانس
ہر طرح سے صلح کو قائم رکھنے کے لیے تیار تھے۔ اتنے میں جرمنی نے روس پر فوج کشی
کر دی۔ اور بلجیم سے اپنے ہی وعدہ کے خلاف فوج کے لیے رستہ مانگا۔ انگلستان
کے مدبروں نے جرمنی سے اِن عجیب کارروائیوں کے معنی پوچھے۔ اُدھر سے اُلٹا
سوال ہوا کہ اگر جرمنی فرانس پر حملہ کرے تو برطانیہ کو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا۔ برطانیہ نے
جواب دیا کہ ہم فرانس کے شمالی ساحل کو اُس سے چھنتے نہیں دیکھ سکتے۔ اس پر جرمنی
سے جواب آیا کہ اگر ہمیں فرانس پر فتح حاصل ہو تو ہم اُس کی زمین کا ایک فٹ بھی
جو یورپ میں ہے اُس سے نہیں لیں گے۔ اس پر برطانیہ نے پوچھا کہ اگر فرانس کو شکست
ہو تو اُس کے مقبوضات کا کیا حال ہوگا؟ جرمنی نے جواب دیا کہ ہم فرانس کے مقبوضات
کی طرف سے کوئی اطمینان نہیں دلا سکتے۔ اِس مبہم جواب کا ایک ہی مطلب تھا کہ اگر
فرانس کو شکست ہو تو اِس کے زرخیز مقبوضات کا بہت بڑا حصہ اُس سے لے لیا جائیگا
اِسی سبب سے جرمنی نے آسٹریا اور سرویا میں صلح کرانے کی کوشش نہیں کی کیونکہ اس کا
دانت فرانس کے مقبوضات پر لگا تھا۔

اِس وقت تک برطانیہ نے کوئی کارروائی ایسی نہیں کی جس سے جنگ کو اشتعال ہو۔

اسی اثنا میں جرمنی نے بلجیم سے رستہ مانگا اور کہدیا کہ اگر بارہ گھنٹے میں اجازت
نہ ملی تو بلجیم مخالف اور دشمن تصور کیا جائیگا۔ بلجیم کے بادشاہ نے برطانیہ کو اِس ظلم کی
خبر دی۔ برطانیہ نے پھر جرمنی سے سوال کیا کہ اِس بات کے کیا معنی ہیں؟ جواب یہ
آیا کہ ہمیں بلجیم سے ہو کر جانا ضرور ہے تاکہ جلد فرانس پر حملہ کریں۔ علاوہ بریں اور طرف
فرانسیسی قلعے ہیں جن کی وجہ سے ملک میں داخل ہونا مشکل ہے۔ پر ہم وعدہ کرتے ہیں

کہ جنگ کے بعد بلجیم کے سارے نقصان کا پورا پورا معاوضہ دینگے۔ چہ خوب! بیباکی اور بیحیائی سے تو سارے عہدو پیمان کو آگ لگائی جارہی تھی۔ پھر بھی معاوضہ کا وعدہ ہو رہا تھا۔ آخر ۴ اگست ۱۹۱۴ء کو خبر آئی کہ جرمن سپاہ بلجیم میں داخل ہو گئی۔ اِس پر برطانیہ ایفائے عہد کے لیے تیار ہو گیا اور جرمنی کو اعلان جنگ دے دیا ع۔

ہرچہ بادا باد! ما کشتی در آب انداختیم

جرمنی کی غلط اندیشیاں

ہم نے دیکھا کہ جرمنی نے آسٹریا کے ساتھ ملکر روس کو دبانے کی کیا تدبیر کی۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ اور طاقتوں سے مقبوضات حاصل کرنے کے لیے اُس نے جنگ کی کیسی عظیم تیاری چوالیس برس سے کی۔ وہ موقعہ چاہتا تھا اور اُسے موقعہ بھی ملا۔ مگر ایک بات میں اُس نے ایسی سخت غلطی کی جو اُس کے حق میں زہر قاتل ہو گئی۔ اور جس کا نتیجہ اُس کے لیے نہایت حسرتناک ہو گیا۔ اُس کے مدبروں اور سفیروں اور جاسوسوں نے صحیح طور پر قوموں کی نبض سے اُن کا اصلی حال دریافت نکیا انجام اس کا یہ ہوا کہ انہوں نے اپنے خیال میں کئی باتیں فرض کرلیں اور ظاہری حال کو دیکھکر اصلی حالت کی طرف سے غلط نتیجے نکال لیے۔ چنانچہ ہم اُن کا ذکر ذیل میں تفصیل وار کرتے ہیں۔

اوّل۔ انہوں نے یہ فرض کر لیا اور آسٹریا کو یقین دلایا کہ روس میں فتنہ و فساد اور اندرونی خرابیوں کا ایسا زور ہے کہ اگر سرویا کو اس وقت دبایا جائے تو روس کو چون وچرا کرنے کی ہرگز جرأت نہ ہوگی۔ ان کا خیال بالکل غلط نکلا۔ کیونکہ

روس اپنے ہمقوم کی لاچاری کو دیکھکر فوراً مدد کو تیار ہوگیا اور ملک کی ساری رعایا زار روس اور اس کی فوج کی پشت پر ہوگئی۔

دوم۔ جرمنی کو خیال تھا کہ اگر روس سرویا کی مدد کو تیار بھی ہو جائے تاہم ہماری اس دھمکی سے کہ ہم اس موقعہ پر آسٹریا کا ساتھ دینگے ڈر جائیگا اور چپکا بیٹھا رہے گا ۱۹۰۹ء میں بھی جب آسٹریا نے ترکوں کے صوبوں بوسینا اور ہرزی گووینا کو اپنی قلمرو میں ملحق کر لیا۔ روس نے اعتراض کیا اور جھگڑنا چاہا اس وقت جرمنی نے فوجکشی کا ڈراوا دیا اور روس چپ ہو گیا۔ سرویا کے معاملہ میں بھی وہ وہی چال چلا پر یہ مفید مطلب نہ ہوئی۔

سوم۔ جرمنی کو خیال تھا کہ اگر روس ہم سے لڑا تو چین اور جاپان اس موقعہ کو غنیمت جانکر ایشیا میں اُس پر حملہ کرینگے اور اسکی ناک میں دم کر دینگے۔ یہ خیال بھی جھوٹا نکلا۔ کیونکہ چین و جاپان دونوں خاموش بیٹھے ہیں۔

چہارم جرمنی کو یہ خیال تھا کہ اگر ہم فرانس پر حملہ کرنے کو بلجیم سے رستہ مانگیں اور جنگ کا ڈراوا دیں تو بلجیم کو ہرگز ہمارے مقابلہ کی ہمت نہ ہوگی اور وہ خوشی سے یا طوعاً و کرہاً ہمیں اپنے ملک میں سے فوج لیجانے کی اجازت دیگا۔ بلجیم پر ان کی دھمکی اور انکی فوجکی تعداد کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس نے اپنی غیر جانبداری کے سبب اجازت دینے سے انکار کیا اور مقابلہ کو تیار ہوا۔

پنجم۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں مُلک آئرلینڈ میں سخت فساد برپا ہوا برطانیہ کی طرف سے اُس مُلک کو کینیڈا۔ آسٹریلیا۔ اور جنوبی افریقہ کی طرح اپنے مقامی تقاضوں اور ضرورتوں کے مطابق اپنا خانگی انتظام کرنے کی اجازت ملی۔ اس طرح کے خانگی

انتظام کو انگریزی میں ہوم رُول کہتے ہیں۔ اِس ہوم رول سے آئرلینڈ کے
ایک صوبہ موسومہ السٹر کے باشندے نہایت ناخوش تھے۔ اُنہوں نے درخواست
کی کہ یا تو یہ ہوم رول عمل میں نہ آئے یا اہلِ السٹر کا تعلق آئرلینڈ کے ساتھ نہیں بلکہ
انگلستان کے ساتھ رہے۔ یہ درخواست نامنظور ہوئی اور اہل السٹر مقابلہ کو آمادہ
ہو گئے قریب ایک لاکھ آدمی روز آئینِ جنگ سیکھنے لگے اور ادھر اُدھر سے ہتھیار
جمع کر لیے جولائی ۱۹۱۴ء میں بات یہاں تک بگڑ گئی تھی کہ مصالحہ کی کوئی صورت نظر
نہیں آتی تھی اور خونریزی اور خانہ جنگی کا احتمال ہر لحظہ تھا جرمنی نے اِس دردناک
حالت سے یہ نتیجہ نکالا کہ اہل برطانیہ اپنے خانگی معاملات میں ایسی بری طرح پھنسے ہیں باہر کی
کہ کسی طاقت کے ساتھ اِس وقت جنگ نہیں کر سکتے کیونکہ آئرلینڈ کی سرکوبی کے
واسطے ساری فوج کی ضرورت ملک ہی میں تھی۔ لہٰذا انہوں نے گمان کیا کہ اگر ہم فرانس
کے ساتھ جنگ کریں اور بیلجیم میں سے اپنی فوج لیجائیں۔ برطانیہ خاموش رہیگا اور کسی کو
کوئی مدد نہیں پہنچا سکیگا۔ مگر جب ۴ اگست کو برطانیہ نے جرمنی کو اعلان جنگ
بھیجا تو اُس کے دوسرے ہی دن السٹر والوں نے اپنے سارے جھگڑوں پر
مٹی ڈالی اور ایک سرے سے دوسرے تک ساری رعایا ایک ہو گئی۔

جرمنی کی توقع کے خلاف دراصل نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں نفاق کی جگہ اتفاق پیدا
ہو گیا اور فوجِ برطانیہ غنیم کے مقابلہ کو چلی۔

ششم۔ برسوں سے جرمنی کے فیلسوف اور نکتہ چیں دولتِ انگلشیہ کے اتحاد
واقتدار پر ہنستے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ سلطنتِ برطانیہ کے بڑے بڑے آزاد
مقبوضات جیسے کینیڈا۔ آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ ایک دوسرے سے اِس قدر دور

ہیں اور اُن کی ضرورتیں اور تقاضے ایسے مختلف ہیں کہ ان میں سچا اتحاد ہو نہیں سکتا۔
اور جب اتحاد نہیں تو اقتدار بھی نہیں چنانچہ اُن کے علماء یہ پیشینگوئی کرتے تھے کہ
اگر برطانیہ کا مقابلہ کسی فرنگستانی طاقت سے ہو تو یہ سارے آزاد مقبوضات
یعنی کنیڈا آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ اُس جنگ میں اپنا بہت بڑا نقصان دیکھیں گے
اور اپنے بھائیوں کا ساتھ ہر گز نہ دیں گے۔ جنگ چھڑتے ہی ان مقبوضات نے
اپنی دولت و سپاہ۔ اپنا جنگی سامان اور بیڑہ سب کچھ ملک و وطن کی خدمت کے
لیۓ اپنے بادشاہ جارج پنجم کے قدموں پر رکھا اور اپنے اتحاد و اقتدار کو ثابت
کر دیا۔

ہفتم۔ جرمنی کو یہ بھی خیال تھا کہ ملک ہند میں آئے دن کہیں نہ کہیں کچھ نہ کچھ فساد
ہوتا رہتا ہے اگر انگریز یہاں سے اپنی فوج کو ہٹائیں تو رعایا اور راجگان سب
اِن سے ناخوش ہیں کہ ملک سے فوج کے نکلتے ہی ہر جگہ آگ لگ جائیگی اور ہند ان
کے ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ اہل جرمنی نے چند خبطیوں کی مجنونانہ حرکتوں سے یہ نتیجہ
نکالا تھا کہ ہند کے سارے لوگ اپنے بادشاہ سے بگڑے بیٹھے ہیں۔ اچھا ہوا جو
اِس جنگ سے جرمنی کو اپنی حماقت معلوم ہو گئی اور عالم پر روشن ہو گیا کہ باشندگان
ہند نہ فقط انگریزوں کی سلطنت سے نہایت خوش اور آسودہ ہیں۔ بلکہ وہ سلطنتِ
برطانیہ کی حمایت میں اور اپنے بادشاہ جارج پنجم کی مدد کے لیۓ اپنے سر اور زر
دونوں کو قربان کرنا چاہتے ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ہند کے لوگ اِس موقعہ پر
انگریزوں سے الگ ہیں ؟ مصر و فرانس۔ خلیج فارس اور ماوراء النہر کے میدانوں
اور معرکوں میں ہندوستانی سپاہی روز اپنے خون سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ

اہلِ ہند دولتِ انگلشیہ کی ہڈی اور گوشت ہیں اور دولتِ انگلشیہ اہلِ ہند کی جان اور روح ہے
ہشتم ۔ جرمنی کو کامل یقین تھا کہ ہم اور آسٹریا کوئی سا پہلو کیوں نہ اختیار کریں
اٹلی کو کسی حال میں ہمارا ساتھ دینے سے عذر نہ ہوگا اور ہمارا اور اٹلی کا بیڑہ ملکر انگریزوں
کی تجارت اور رستہ بالکل بند کر دیں گے اگر انگریز ہمارے خلاف ہوں ۔ ان کی یہ
اُمید بھی خیالِ خام نکلی کیونکہ اٹلی نے ناحق پہلو کا ساتھ دینے سے انکار کیا اور جرمنی کی
بے رحمیوں اور وحشیانہ حرکتوں کو دیکھکر یہی مناسب جانا کہ اُس طاقت کا مقابلہ کرے
جو کمزوروں کو ستانیوالی ۔ قوموں کی مخالف اور تہذیب کی دشمن ہے ۔ مذکورۂ بالا
فاسد خیالوں اور غلط اندیشوں نے یک لخت جنگ شروع کر دینے پر آمادہ کیا اور
اُسے قوی اُمید تھی کہ میں آسانی کے ساتھ بلقان میں آسٹریا کے رعب اور اقتدار
کو قایم رکھ سکوں گا اور خود فرانس کو شکست دیکر اس کے وسیع و زرخیز مقبوضات کا
مالک بن جاؤں گا ۔ مگر جب لڑائی شروع ہو گئی تو اُسے تعجب و افسوس کے ساتھ
محسوس کرنا پڑا کہ یہ سارے خواب و خیال جھوٹے تھے اور ان کی تعبیر نا امیدی اور
حسرت ہے ۔ اب تو اسے اپنی جان کے لالے پڑ گئے ہیں اور اپنی ہستی کے لیے لڑنا ہی

بلجیم اور پولینڈ میں جرمنی کا تسلّط

یہ بات بعید از فہم اور نا قابلِ تسلیم سی معلوم ہوتی ہے کہ جرمنی کو اب اپنی جان کے
لالے پڑ گئے ہیں کیونکہ اس جنگ کو اب دوسرا برس ہے اور لڑائی اب تک غیروں
پر ہے اور جرمنی میں تکان اور افسردگی کے آثار دکھائی نہیں دیتے ۔ برعکس اس کے
وہ ایک طرف تو بلجیم کو دبائے بیٹھا ہے اور دوسری طرف پولینڈ میں گھس گیا اور

روسیوں کو پیچھے ہٹا رہا ہے۔ پس ظاہر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب تک میدانِ جنگ میں وہ فتحمند رہا ہے پر یہ خیال بالکل غلط ہے۔ بلجیم اور پولینڈ پر قبضہ کر لینے سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ جرمنی کو فتح ہو گئی۔ ہم جانتے ہیں کہ دو سبب سے اُسے موقعہ ملا کہ بلجیم کو دبالے اور فرانس کے مشرقی حصہ پر حملہ کرے۔ اوّل۔ اُس نے سالہا سال سے لاکھوں سپاہ اور بے شمار سامان جنگ کے لیے تیار کیا اور موقعہ پاتے ہی یک بیک اعلانِ جنگ دیا اور بلجیم میں داخل ہو گیا۔ شاہِ بلجیم کے پاس ایک چھوٹی سی فوج تھی جو جرمنی کے لشکرِ جرّار کے آگے کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھی لہذا تین ہفتے کے اندر اسے بلجیم میں پورا تسلّط حاصل ہو گیا۔ کسی چھوٹی سی ریاست کو دبا لینا اور اُسے اپنے قبضہ میں رکھنا کوئی بڑی بات نہیں دوم۔ جرمنی نے پہلے سے بلجیم اور فرانس پر فوج کشی کی اور بیشتر اس سے کہ وہ مقابلہ کو تیار ہوں اُن کے ملک میں پھیل گیا غور کر کے دیکھیے تو معلوم ہو گا کہ فرانس میں جرمنی کو ایسی زک ملی ہے جسکا انجام اُس کے لیئے اچھّا نہیں۔ جنگ چھڑتے ہی اس نے پہلے بلجیم کو زیر کیا۔ اور پھر سیدھا پیرس کی طرف اپنا رُخ کیا۔ دنیا حیرت اور بوالعجبی کے عالم میں سیر دیکھتی رہی اور قوموں نے خیال کیا کہ فرانس کے دار الخلافہ کی شامت و تباہی غیب سے مقرر ہو چکی۔ اتنے میں خبر آئی کہ برطانیہ اور فرانس کی فوج نے جرمن سپاہ کو شکست دی اور اُسے پسپا کیا اور رفتہ رفتہ دھکیلتے دھکیلتے اُسے فرانس کی مشرقی حد تک پہونچایا جس سے جرمنی کو ملک فرانس میں پیچھے ہٹایا۔ اُس وقت سے وہ ہٹا ہی رہا اور باوجود اپنی ہزاروں کوششوں کے آگے نہیں بڑھ سکا۔ اب تو برطانیہ اور فرانس نے کافی سپاہ اور کافی سامان جمع کر لیا ہے اور چٹان کی طرح سامنے جمے ہوئے ہیں۔

پھر لوگ خیال کرتے ہیں کہ جرمنی کا پولینڈ میں داخل ہونا ثابت کرتا ہے کہ اُسے روسیوں
پر بہت بڑی فتح حاصل ہوئی۔ یہ خیال بھی بہت کچھ غلط ہے۔ روس کے پیچھے ہٹنے
کے یہ معنی نہیں کہ روسی فوج کٹ گئی اور روسیوں کو شکست ہو گئی روس نے بھی تو اسی
جنگ میں پہلے دو دفعہ جرمنی کو پسپا کیا اور مشرقی پرشیا میں داخل ہو گیا تھا اور
اُدھر آسٹریا کی فوجوں کو دباتا اور مارتا ہوا سارے گلیشیہ میں پھیل گیا۔ اور آسٹریا
کے دارالخلافہ پر حملہ کرنے والا تھا۔ پس آگے بڑھنا فقط سپاہیوں کی تعداد اور سامان
جنگ کی کثرت پر موقوف ہے۔ پہلے روس کو موقع ملا۔ وہ سینکڑوں میل آگے بڑھ گیا
اب جرمنی کو موقع ملا ہے وہ بڑھ رہا ہے جیسے روس کے آگے بڑھنے کے یہ معنی نہیں
تھے کہ آسٹریا اور جرمنی کو شکست ہو گئی۔ ویسے جرمنی کے آگے بڑھنے کے یہ معنی نہیں
کہ روس کو شکست ہو گئی۔ روس ایک ہزار میل کے خط پر تین طاقتوں سے بھڑ رہا ہے
یعنی جرمنی۔ آسٹریا اور ٹرکی جس حصہ میں جرمنی سے مقابلہ ہو رہا ہے وہاں سپاہیوں
اور سامان کی کمی کے سبب سے اُسے پیچھے ہٹنا پڑا۔ اور حصوں سے فوج کو ہٹا کر مقابلہ
کرنا مصلحت نہیں۔ ورنہ وہ حصے کمزور ہو جائیں گے۔ لہذا ابھی تو پیچھے ہٹ رہا ہے پر
جس دن اُسکے پاس نئے سپاہی اور نئے سامان ہوئے اُسی دن آگے بڑھیگا۔ یہ ملحوظ خاطر
رہے کہ آسٹریا اور جرمنی نے جنگ کی تیاری برسوں سے کر رکھی تھی اور یہ سارا زور اُنکی
تیاری کا نتیجہ ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ جب تک روس کی فوج اچھوتی میدان جنگ
میں موجود ہے۔ روس کا اُس وقت تک کوئی نقصان نہیں اور پولینڈ کے لینے سے جرمنی کو
کوئی خاص فائدہ بھی نہیں۔ بلکہ اُس کی فوج وہاں پھنسی ہوئی ہے اگر اسے ہٹاتا ہے تو
روس جھٹ پولینڈ میں آجائیگا۔ اور اگر اسے یہاں ہی رکھے تو فرانس زور شور کا حملہ نہیں کر سکتا

موجودہ جنگ

اِس جنگ کے نشیب و فراز کو پورے طور پر سمجھنے کے لیئے چند باتوں کو یاد رکھنا نہایت ضروری ہے۔ کئی لحاظ سے موجودہ جنگ کے طریقے ہمیں بدلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں

اوّل۔ پہلے زمانہ میں میدانوں پر آمنے سامنے کھڑے ہو کر لڑتے تھے۔ اب دور دور تک زمین کے اندر ہی اندر گہرے اور پیچ در پیچ مورچے اور خندق کھود لیتے ہیں۔

دوم۔ پہلے لڑائی کا خاتمہ چند دنوں میں ہو جاتا تھا اب خندقوں اور مورچوں میں بیٹھکر مہینوں اور برسوں لڑ سکتے ہیں اور ممکن ہے کہ اس پر بھی جنگ کا خاتمہ نہ ہو۔

سوم۔ پہلے تیر اور تلوار۔ نیزہ اور بندوق سے لڑتے تھے۔ اب ان ہتھیاروں کے علاوہ زیادہ تر بڑے گولوں سے غنیم کے مورچوں اور دمدموں کو اُڑاتے اور اُس کی فوج کو تباہ کرتے ہیں۔

چہارم۔ پہلے زیادہ سے زیادہ چند لاکھ آدمی فریقین میں ہوتے تھے۔ اب طرفین میں لاکھوں لاکھ ہوتے ہیں۔

پنجم۔ پہلے لڑائی کا دائرہ بہت محدود اور چھوٹا ہوتا تھا اب دور دور تک سینکڑوں میل کے خط پر لڑتے ہیں اور ایک ایک حملے میں لاکھوں آدمی غنیم پر چھوٹ دیئے جاتے ہیں

ششم۔ پہلے چند دنوں میں غنیم کو میدانِ جنگ سے بھگا سکتے تھے اب غنیم کو اُس کے مورچوں اور خندقوں سے نکالنا بڑا مشکل ہے یہی سبب ہے کہ جرمنی کو بیلجیم میں سے اب تک نہیں نکال سکتے ہیں۔ تو پھر فتح کیونکر حاصل ہو اور کس طرح سے دشمن شکست کھائے۔ اور جنگ کا پورا پورا فیصلہ اور خاتمہ ہو؟ ہمارے ان سوالوں کا

جواب ذیل میں ہے۔

موجودہ جنگ میں فتح و شکست کی صورتیں

ہم جانتے ہیں کہ فتح بہت کچھ محاربین کی ہمت و شجاعت پر بھی موقوف ہی۔ موجودہ جنگ میں دونوں طرف بڑی دلیری و بیباکی دکھائی دیتی ہے۔ اگر ایک آفت ہی تو دوسرا قیامت۔ اگر ایک آتش کا پرکالا ہے تو دوسرا بلا کا پتلا۔ جانبین کی یہی کوشش ہے کہ کسی طرح مخالف کو شکست ہو جائے۔ پر اتنا ضرور ہے کہ جو حق پر ہوتا ہے دُنیا اُسی کی فتح چاہتی ہی اور اُس کی فتح کے لیئے دعا کرتی ہے اور خود اُس کے دل میں ایسا اطمینان ہوتا ہے کہ نہ دشمن کے قہر و غضب سے اُسے خوف اور نہ اپنی جان دینے کا اُسے غم ہوتا ہے۔ ہماری سرشت ایسی ہے کہ جبلّی طور پر ہمارے ضمیروں کے اندر یہ خیال نقشین ہے کہ خدائے عزّ و جلّ ظالموں اور مفسدوں کو سزا دیتا اور اُنہیں جو حق پر ہیں برکت بخشتا اور بچاتا ہے۔ ہم وضاحت کے ساتھ یہ دکھا چکے ہیں کہ موجودہ جنگ میں سراسر جرمنی کی سازش ظلم اور طمع ہے۔ بندگانِ خدا کی جان اور انسانیت و اخلاق کے تقاضوں کا اُسنے ذرا خیال نہیں صلح کے ایام میں اُس نے جنگ کی تیاری کی ہنگامۂ کارزار میں یہ درندوں اور وحشیوں کی طرح پیش آیا۔ دُنیا کنجِ راحت اور گوشۂ اطمینان کی خواہاں تھی۔ اس نے اپنے فتنہ و شر سے اُسے پریشان کر ڈالا باری تعالےٰ کے احکام اور پیغمبرؑ اور رسول اور اولیائے کرام سب یہی کہتے ہیں کہ کسی کو نہ ستاؤ اور زمین پر فساد نہ پھیلاؤ۔ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ٥

آسایشِ دو گیتی تفسیر این دو حرف است ● با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

مگر اسے نہ احکامِ دین کی کوئی پروا ہے نہ خوفِ معاد۔

یہ بھی فطرتی طور پر ہمارے دلوں پر نقش ہے کہ سارے عالم کا خالق و مالک خداوندِ کریم ہے اَلْاِنْسَانُ یُدَبِّرُ وَاللّٰہُ یُقَدِّرُ مشیتِ ایزدی ایک حقیقی اور ابدی قوت ہے جو اس سے ٹکراتا ہے وہ چور چور اور ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ آدمی خواہ کتنی ہی سعی کوشش کیوں نہ کرے نصرت و کامیابی خدا ہی کی طرف سے ملتی ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی۔ ادھر انسان لڑتا اور جھگڑتا ہے اور ادھر وہ جو عالم الغیب اور عارف القلوب ہے اپنے تخت پر سے سب کچھ دیکھتا ہے اور فقط اُن لوگوں کی مدد کرتا ہے جو ہر حال میں خدا کے خوف کو مدِ نظر رکھتے اور حق پر چلتے ہیں۔ ایسے لوگ میدانِ جنگ میں شیرِ نرینہ کی طرح دلیر و کرار اور میخِ آہنی کی طرح مضبوط اور پائدار رہتے ہیں۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ جو حق پر ہوتے اور خدا کا خوف کرتے ہیں اُنہیں موت کے خیال سے ڈر نہیں لگتا۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ موت اور قضا خدا کے اختیار میں ہیں اور جب وہ حکم کرتا ہے تب یہاں سے سدھارتا ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور جب تک اُس کا حکم نہ ہو آدمی کو ضرر و زیان پہنچ نہیں سکتا۔ اس عقیدہ سے دل کو سکون و قرار ہوتا ہے اور میدانِ جنگ میں آدمی بےخوف اپنے دُشمن کا مقابلہ کرتا ہے۔ یہ سارے اُمور فتح کی اخلاقی صورتوں میں داخل ہیں۔

قطع نظر اِن ساری باتوں کے ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ جنگ میں فتح کی تین ضروری شرطیں ہیں۔

اوّل۔ یہ لڑائی کسی محدود دائرہ میں نہیں بلکہ سینکڑوں میل کے خطہ پر ہو رہی ہے

اِس لحاظ سے جدھر زیادہ سپاہی ہوں گے اُدھر فتح کا امکان زیادہ ہے۔

دوم۔ خندقوں اور مورچوں میں ٹھہکر لڑنے کے لیئے بہت سامانِ جنگ چاہیئے لہٰذا جس فریق کے پاس آخر تک سامان جنگ بکثرت ہوگا وہ غالب ہوگا۔

سوم۔ آجکل کی لڑائی میں بغیر روپیہ کے کچھ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ طرح طرح کے چھوٹے اور بڑے گولوں اور قسم قسم کی توپوں اور ہتھیاروں کی ضرورت ہے۔ انھیں بنوانے یا خریدنے کے لیے بہت زر چاہیے۔ پھر سپاہیوں کے سامان۔ جانوروں کی خوراک زخمیوں کی دوا دارو۔ نرسوں اور ڈاکٹروں کے انتظام اور سارے جنگی لوازم کیلیئے روپیہ ضروری ہے۔ پھر اس کے ساتھ جنگی اور ہوائی جہازوں اور ان کے سارے سامان کے اخراجات ملائیں ہم قیاس سے سمجھ سکتے ہیں کہ لڑائی میں ہزاروں ہی چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے اور ان اور ان سب کے پیچھے روپیہ کا خرچ ہے۔ علاوہ بریں جنگ میں سو طرح کے نقصان کو جھیلنا ہے۔ کہیں جہاز غرق کردیے گئے یا سُرنگ سے ٹکرا کر ٹوٹ گئے اور ڈوب گئے۔ کہیں فوج کے جانور مارے گئے۔ کہیں توپیں بیکار کردی گئیں۔ کہیں کچھ سامان دشمن کے ہاتھ لگ گیا وغیرہ وغیرہ لہٰذا ضرور ہے کہ ایسے نقصانات کے متحمل ہو سکیں اور اُن کی تلافی بھی کرسکیں پس ظاہر ہے کہ بغیر کثیر التعداد سپاہیوں اور بے شمار آلاتِ حرب اور بے انتہا دولت کے فتحمند ہونا محال ہے اب ہم دیکھیں کہ کس طرف فتح کی یہ تینوں شرطیں پائی جاتی ہیں اور کس طرف نہیں۔ کیونکہ ہم خود سمجھ سکتے ہیں کہ جس طرف سپاہی۔ سامانِ جنگ اور دولت تینوں کثیر ہوں اُس طرف فتح ہوگی۔ اور جدھر اِن تینوں کا توڑا ہے اُدھر شکست لابدی اور یقینی ہے۔

آسٹریا اور جرمنی کی موجودہ حالت

اب ہم دیکھیں کہ آسٹریا اور جرمنی کے واسطے فتح کی اُمید ہے یا نہیں۔ اِس امر کا اندازہ کہ اُن کے لیئے فتح کی امید ہے یا نہیں اُسی وقت ہو سکتا ہے جب ہم اُن کی موجودہ حالت پر غور کریں۔ فصلِ سابق میں ہم نے خوب صفاحت کے ساتھ سمجھا دیا کہ آجکل کی لڑائی میں فتح کا دارومدار تین چیزوں پر ہے۔ اوّل بے شمار سپاہی۔ دوم۔ بے انتہا سامان جنگ۔ سوم۔ کثیر دولت ہم جانتے ہیں کہ آسٹریا اور خصوصًا جرمنی نے سالہا سال سے بہت بڑی تیاریاں کیں اور اُن دونوں کو گمان تھا کہ اگر جنگ چھڑ جائے تو ہم بہت جلد فتحمند ہو جائینگے۔ مگر اب فی الحقیقت اُن کا کیا حال ہے؟ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ اُنھوں نے ٹرکی کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا ہے۔ لیکن ٹرکی کے شامل ہونے سے اِنہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سو اب اِن تینوں طاقتوں کا حال یہ ہے کہ ٹرکی کو ایشیاءِ کوچک میں روس کے اور ماوراالنہر میں برطانیہ کے ساتھ لڑنا ہے اور دونوں مقامات پر اُسے کئی دفعہ شکست ہوئی۔ انگریز اور فرانسیسی درِ دانیال میں گھسے ہوئے ہیں اور ترکوں کی بحری تجارت بالکل بند ہے نتیجہ یہ ہے کہ آسٹریا اور جرمنی کو کوئی چیز درِ دانیال کی راہ سے نہیں پہنچ سکتی۔ آسٹریا کا حال ہے کہ اُس کے بیڑے کو اٹلی کے بیڑے نے بحرِ اڈریاٹک میں گھیر رکھا ہے اور آسٹریا کی تجارت بھی بالکل بند ہو گئی ہے۔ بحرِ اڈریاٹک میں اٹلی کے جنگی جہاز ہیں اور بحرِ شام میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے جنگی جہاز ہیں۔ اِن کے سبب سے آسٹریا نہ تو اپنے ملک سے باہر کوئی چیز بھیج

سکتا ہے اور نہ باہر سے کچھ منگا سکتا ہے۔

پر جرمنی کا حال ظاہر میں بہتر اور واقع میں ابتر ہے۔ یوں تو جرمنی بلجیم اور پولینڈ پر قابض ہے۔ پر وہ بھی ٹرکی اور آسٹریا کی طرح گھرا ہوا ہے۔ اس کے جو جزیرے بحرالکاہل میں تھے چھن گئے۔ افریقہ میں ٹوگولینڈ۔ کیمروں۔ جنوب مغربی افریقہ یہ سب اس کے ہاتھ سے نکل گئے۔ یعنی اس کے مقبوضات میں سے ساتھ لاکھ مربع میل زمین اس کے ہاتھ سے جاتی رہی۔ چین میں جو علاقہ جرمنی کا تھا اُسے جاپان نے لے لیا۔ اور چین کو واپس دے دیا۔ اب فقط افریقہ کے جنوب مشرق میں ایک علاقہ ہے۔ سو اس کے لینے کی بھی تجویزیں ہو رہی ہیں۔ یورپ میں خشکی پر جرمنی زبردست معلوم ہوتا ہے۔ مگر زبردست کیا کرے جب چاروں طرف سے گھر جائے؟ اس کے جنگی جہاز انگریزوں کے بیڑہ کے خوف کے مارے اپنے بندروں میں چھپے ہیں۔ اب ان کا ایک جہاز بھی سمندروں میں کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ تجارت ان کی ایک پیسہ کی نہ رہی۔ اگر باہر سے سامانِ جنگ منگاتے ہیں تو انگریزی بیڑہ اُسے رستہ ہی میں روک لیتا ہے کیونکہ بحرِ شمالی میں برطانیہ نے رستہ بند کر دیا ہے۔ اور جو جہاز غیر جانبدار ملکوں کے ہیں اُن کی تلاشی لی جاتی ہے۔ ان باتوں کے سبب سے جرمنی جلکر بیگناہ مسافروں کو اپنی آبدوز کشتیوں سے نقصان پہنچاتا ہے۔ اب غور کیجیے۔ جرمنی نے اپنی ساری رعایا کو ہتھیار دے رکھے ہیں اس سبب سے زور کے ساتھ لڑتا رہا ہے اور ابھی اور لڑیگا۔ مگر اب تک اس کے پندرہ لاکھ سپاہی مر چکے اور کوئی بیس لاکھ سخت زخمی ہیں باہر سے ایک سپاہی بھی نہیں لا سکتا۔ اب تو بڈھوں اور نو عمر لڑکوں کو بھی معرکہ میں بھیجتا ہے۔ فرانس

کی طرف اِس کے آزموزدہ کار اور جنگ آزما سپاہی ہیں۔ اب ہم دیکھ سکتے ہیں کہ

رفتہ رفتہ اس کے سپاہی کم ہوتے جاتے ہیں اور یوں ہی مرتے مرتے اور زخمی ہوتے

ہوتے اُن کا شمار اتنا کم ہو جائیگا کہ جرمنی کے لیئے لڑنا غیر ممکن ہوگا۔ اِس وقت جرمنی

جو روس کی طرف حملہ کر رہا ہے اسی میں اِس کے زخمیوں اور مقتولوں کی تعداد

ساڑھے سات لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ اگر اسی طرح اِس کے سپاہی مرتے کھپتے جائیں

تو آخر میں اِسے قطعی مات ہونی ہے۔

سپاہیوں کی طرح لوازم جنگ بھی اشد ضروری ہیں۔ خندقوں اور مورچوں میں بغیر

آلات اور ہتھیار کے سپاہی کچھ نہیں کر سکتے۔ اور جنگی آلات کو تیار کرنے کیلئے سینکڑوں

چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور یہ چیزیں کسی غیر ملک سے آ نہیں سکتیں۔ کیونکہ چاروں

طرف سمندروں پر انگریزوں کے جنگی جہاز لگے ہوئے ہیں۔ اور باہر سے سامان لانے کا

کوئی رستہ نہیں۔ ہاں کبھی کبھی خفیہ طور پر ہالینڈ اور ڈنمارک کے سوداگروں کے

ذریعہ سے کچھ مال ہاتھ لگ جاتا ہے۔ مگر اس سے کیا کام چل سکتا ہے۔ چنانچہ وہاں

اب یہی ایک صورت ہے کہ جو کچھ ملک میں ہے وہ کام میں لایا جائے۔ یہ تو سالہا سال کا

ذخیرہ کیا ہوا سامان تھا جس سے اب تک رو دھو رہا ہے۔ پر کبھی نہ کبھی تو اس کا

خاتمہ ہوگا اور کافی پیمانہ پر سامانِ جنگ مہیا کرنا مشکل ہو جائیگا۔ اُس وقت

جرمنی کیا کرے گا؟

مگر سب سے زیادہ پریشانی کی بات جرمنی کے لیے یہ ہے کہ اس کی تجارت

ایک برس سے بالکل ماری گئی۔ اسی کی بدولت اُس نے خوب زر سمیٹا اور لوازم

و آلاتِ حرب تیار کیئے۔ پر اب تجارت نہونے کے باعث اربوں روپیہ کا

نقصان ہوا اور ملک کا خزانہ بھی خالی ہوتا جاتا ہے۔ تقریباً آٹھ کروڑ روپیہ کا اس کا روزانہ خرچ ہے۔ پس جب روپیہ نہ رہیگا تو فوج کے اخراجات کا کیونکر متحمل ہوسکیگا؟ طرہ یہ ہے کہ فقط صوبہ جات متحدہ سے جنگ کے واسطے یہ قرض لے سکتا تھا پر وہ اس کی عہد شکنی اور وحشیانہ کارروائیوں سے ایسے ناراض اور ملول ہیں کہ اسے پیسہ بھی نہ دینگے۔

ایک نہایت غور طلب بات یہ بھی ہے کہ جنگ کے اخراجات کے علاوہ طرح طرح کے نقصانات اُٹھانے پڑتے ہیں۔ مثلاً اِسی ہفتہ میں روس نے بحر بالٹک میں جرمن بیڑہ کو شکست دی اور اُس کا سب سے بڑا جنگی جہاز معہ تین چھوٹے جنگی جہازوں اور آٹھ تارپیڈو کشتیوں کے غرق آب کر دیا۔ علی ہذا القیاس انگریزوں اور فرانسیسیوں نے اُس کے کئی جنگی جہاز اور کئی کشتیاں غرق کر دیں یا گرفتار کر لیں اسی طرح آئے دن اُس کے ہوائی جہازوں کا بھی نقصان ہوتا رہتا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ کیا جرمنی اِن نقصانات کو پورا کر سکتا ہے۔ اور نئے جہاز وغیرہ اِس قدر تیار کر سکتا ہے کہ پورے زور کے ساتھ مقابلہ کر سکے؟ ہمارا جواب یہ ہے کہ ایسے نقصانوں کو پورا کرنے کے لیئے اس قدر دولت ضرور ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ نہ تو جرمنی کے پاس اتنی دولت ہے اور نہ اِن نقصانوں کی تلافی ہو سکتی ہے۔

جو حال جرمنی کا ہے وہی آسٹریا اور ٹرکی کا ہے۔ یہ بھی اپنے لیئے باہر سے نہ سپاہی لا سکتے۔ نہ جنگی سامان منگا سکتے ہیں۔ اور اُن کی بھی تجارت یک قلم جاتی رہی اور دن بدن سارا اندوختہ صرف ہوتا جاتا ہے۔ روس برطانیہ۔ فرانس اور اٹلی نے چاروں طرف سے اِن کا محاصرہ کر رکھا ہے اور کسی غیر ملک سے اِن کے

پاس کوئی سامان پہنچنے نہیں دیتے۔ جرمنی اور آسٹریا اور ٹرکی کے بیڑے سمندر
پر ان کو شکست دینا بالکل ناممکن ہے۔ اور جب تک یہ چاروں طرف سے
سمندر کا رستہ گھیرے ہوئے ہیں اُن تین طاقتوں کو باہر سے کسی قسم کی مدد نہیں
پہنچ سکتی۔ بے شک جب تک اِن تینوں کے پاس روپیہ اور سامانِ جنگ ہے یہ
لڑتے رہیں گے۔ اور جب کچھ نہ رہیگا۔ لاجرم بات ماننی اور صلح کرنی پڑیگی۔

روس۔ برطانیہ اور اٹلی کے وسائل

آجکل خندقوں اور مورچوں کی لڑائی ہے اور ایسی لڑائی کا فیصلہ اُسی وقت
ہوسکتا ہے جب ایک طاقت کے پاس سپاہی اور سارے لوازمِ جنگ آخر تک
ہوں اور دوسری طاقت بالکل عاجز اور لاچار ہو جائے۔ ہم نے دیکھ لیا کہ جرمنی
آسٹریا اور ٹرکی کو باہر سے کسی صورت میں بھی مدد نہیں پہنچ سکتی۔ اب ہم دیکھیں
کہ روس۔ برطانیہ۔ فرانس اور اٹلی کے کیا اور کیسے وسائل ہیں۔

اوّل۔ اِن چاروں طاقتوں کی آبادی ملا کر اُنتیس کروڑ ہے۔ اور جرمنی
آسٹریا اور ٹرکی کی آبادی ملا کر ساڑھے چودہ کروڑ ہے۔ پس ظاہر ہے کہ جوں جوں
لڑائی زور پکڑے گی۔ اِن چاروں طاقتوں کے سپاہی روز روز بڑھتے جائیں گے
چنانچہ یہی ہو رہا ہے۔ انگلستان کے تیئیس لاکھ آدمی اِس وقت ہتھیار بند ہیں اور
کینیڈا۔ آسٹریلیا اور نیوزیلینڈ میں اور نئی فوجیں تیار کی جا رہی ہیں۔ روس بھی لاکھوں
سپاہ اور بہت سامان جنگ تیار کر رہا ہے۔ اٹلی نے لڑائی میں شامل ہونے
سے پہلے نو مہینے تک پوری تیاری کی۔ جرمنی اور آسٹریا نے تو اپنی ساری

فوجیں میدانِ جنگ میں ڈال رکھی ہیں۔ مگر یہ چاروں طاقتیں اب اپنی کمیوں کو پورا کر رہی ہیں۔ اور نتیجہ بھی دکھائی دے رہا ہے۔ کہ ان تینوں طاقتوں کے آدمی گھٹتے جاتے اور روس اور برطانیہ اور فرانس کے بڑھتے جاتے ہیں۔

دوم ۔ جرمنی اور آسٹریا کا پلہ جو شروع میں بھاری دکھائی دیا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ اُنھوں نے جنگ کا پورا سامان برسوں سے تیار کر لیا تھا۔ اور روس کا اِس موقعہ پر پیچھے ہٹنے کا سبب بھی یہی ہے کہ اُن کے پاس سامان اور ہتھیار پورے نہیں تھے۔ لیکن اب حسن اتحاد کوشش یہی ہے کہ اِس کمی کو پورا کریں اور جلد نئے سپاہی اور سامانِ جنگ میدان میں بھیجیں۔ علاوہ بریں روس گھِرا ہوا نہیں ہے۔ وہ خود بھی آلات حرب بنا رہا ہے اور جاپان سے بھی خرید رہا ہے برطانیہ اور اہل فرانس بھی اپنے سپاہیوں کے لیے جنگی سامان بہت بڑے پیمانہ پر بنا رہے ہیں اور چونکہ سارے سمندروں کے مالک ہیں چاروں طرف سے بلا روک ٹوک سب کچھ منگوا رہے ہیں۔ کینیڈا۔ امریکہ اور ہند میں برطانیہ کے لیے بہت آلات جنگی تیار ہو رہے ہیں۔ اور فرانس جو چاہتا ہے امریکہ سے خریدتا ہے لہٰذا جنگی ہتھیار اور لوازم کے اعتبار سے بھی اِن چاروں طاقتوں کی قوت دن بدن بڑھتی جائیگی۔ اور اِن کے مخالفوں کا زور گھٹتا جائیگا۔

سوم ۔ اِن چاروں طاقتوں کے لیے سمندروں کے رستے کھُلے ہیں اور اِن کی بحری تجارت بدستور جاری ہے۔ سابق کی طرح چاروں طرف سے دولت اِن کے پاس آ رہی ہے اور یہ برسوں تک جنگ کے بے قیاس اخراجات کو اُٹھا سکتی ہیں۔ اِسی دولت سے وہ اپنے جنگی سامان میں اضافہ کر رہی ہیں۔ اور

بہ آسانی اپنے سارے نقصانات پورا کر سکتی ہیں۔ خواہ کتنی ہی مدت تک
لڑائی کیوں نہ رہے۔ نہ انکا سامان کم ہو سکتا ہے اور نہ یہ جنگ کے اخراجات
سے عاجز آ سکتی ہیں۔

روس۔ برطانیہ۔ فرانس اور اٹلی کا مدعا

ہم نے حتی المقدور واقعات کی صحیح اور اصلی تاریخ فائدۂ عامہ کے خیال
سے لکھی اور یہ دکھانے کی کوشش کی کہ یہ ہیبت ناک جنگ جرمنی اور آسٹریا کی
خود غرضی اور کارستانی سے شروع ہوئی اور ان دونوں کی خفیہ تیاریوں۔ حیلہ
سازیوں اور بے رحمیوں سے ثابت ہے کہ اگر ان کا زور توڑا نہ جائے تو کسی طاقت
کی خیر نہیں۔ چنانچہ روس۔ برطانیہ۔ فرانس اور اٹلی نے قصد کر لیا ہو کہ خواہ کتنی
ہی دولت کیوں نہ صرف ہو اور کتنی ہی جانیں کیوں نہ جائیں۔ ہم آسٹریا اور جرمنی کو
اسقدر کمزور کرینگے کہ یہ دونوں پھر اپنی طمع اور سازشوں سے لاکھوں بیش قیمت
جانوں کا خونِ ناحق نہ کروا سکیں اور قوموں کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ ان دونوں
نے برِ اعظم یورپ کو تباہ کر دیا۔ اور ان ہی دونوں کے فتنہ و فساد کے سبب سے
وہاں گھر گھر شین و ماتم ہے۔ وہ چاروں طاقتیں جانتی ہیں کہ اگر یہ دونوں مغلوب
نہ کیے جائیں تو یورپ کو امن و آرام نصیب نہوگا۔ اور آنے والی پشتوں کا خون
پھر پانی کی طرح بہایا جائیگا۔ اگر ان دونوں کو پوری شکست نہو تو کمزوروں کیلیے
آیندہ کوئی پناہ اور سلامتی نہیں اور رحم و انصاف دنیا سے جاتا رہیگا۔ اور ساری
چھوٹی چھوٹی قوموں اور ریاستوں کو یہ اپنی غلامی کا جوا پہنائیں گے۔ لہذا بڑے

عزم و استقلال کے ساتھ یہ چاروں طاقتیں اِن دونوں موذیوں اور ظالموں کا مقابلہ کر رہی ہیں اور جب تک اِن کا مُدعا و مقصود حاصل نہو۔ یہ تلوار کو ہرگز میان میں نہیں کرینگی۔ اور اُن کا مدعا و مقصود یہی ہے کہ ہمارے ملک اور ہماری اولاد کو چین اور آرام ملے۔ کمزور قوموں کو سلامتی اور اطمینان حاصل ہو۔ مہر و ہمدردی اور رحم و انصاف کا پایہ بلند ہو۔ تہذیب و اخلاق کی بنیاد گہری اور پختہ ہو۔ سارے عالم میں امن و امان کا دور ہو۔ اور ہر شخص اور ہر قوم اپنی ہی کمائی اور محنت کے پھل پر گزارہ کرے ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد



Great Europea

BY

JOEL WAIZ LAL,

WITH AN INT

Hakim Moh



حقیقت جنگ

۲۵ ۱۹۰۶ء سنہ ۱۳۲۳ھ

تبارک الذی بیدہ الملک وھو علی کل شیء قدیر

۱۸۳۹

حقیقتِ جنگ

مُصنّفہ

جویل واعظ لال ایم-اے-ایم-او-ایل

مع تقریظ

از جناب معلی القاب حکیم محمد اجمل خاں صاحب

"حاذق الملک"

اینڈ سنز برقی پریس دھلی میں منشی نظام الدین کے اہتمام سے چھپی ۱۹۱۵

نقشہ یوروپ کا خاکہ



(جے اینڈ سنز الکٹرک پریس دہلی)

تبارک الذی بیدہ الملک وہو علی کل شیء قدیر

حقیقت جنگ

مصنفہ

جوئیل واعظ لال۔ ایم۔ اے۔ ایم۔ او۔ ایل

مع تقریظ

از جناب معلی القاب حکیم محمد اجمل خاں صاحب حاذق الملک

اینجے سنز برقی پریس دھلی میں منشی نظام الدین کے اہتمام سے چھپی

تقریظ

از جناب معلی القاب حکیم محمد اجمل خان صاحب حاذق الملک

میں نے کتاب "حقیقت جنگ" کو اول سے آخر تک غور کے ساتھ مطالعہ کیا اس کے مصنف میرے دوست جناب واعظ لال صاحب ہیں جو انگریزی، عربی فارسی اور اردو میں اچھی دستگاہ رکھتے ہیں۔ اس سے پہلے میں نے اُن کے ایک سے زیادہ لکچرز موجودہ عظیم الشان جنگ یورپ پر سنے ہیں۔ وہ اردو کے بہت اچھے لکچرار ہیں۔ اگر اُنہیں اردو میں اعلےٰ تقریر کرنے والوں کی فہرست میں شامل کیا جائے تو میری حقیر رائے میں کوئی قابل اعتراض بات نہ ہوگی۔ جتنے لکچر میں نے اُن کے سُنے ہیں۔ اُن سے میں یہ اندازہ کرسکا ہوں کہ موجودہ جنگ کے متعلق اُنھوں نے بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اُن کی اکثر رائیں صحیح واقعات پر مبنی پائی ہیں۔

اس کتاب کو حقیقت میں اُن لکچروں کا خلاصہ اور انتخاب سمجھنا چاہیئے۔ اگر میں اس کتاب کو اُن لکچروں کے ساتھ مقابلہ کروں جو میں نے سُنے ہیں تو میں بغیر تامل کے یہ کہونگا کہ وہ دلچسپی اس کتاب میں کسی قدر کم نظر آتی ہے جو لکچروں میں دیکھی گئی تھی۔ غالباً اسکی وجہ یہ ہوگی کہ یہ کتاب جیسا کہ مینے ابھی ابھی لکھا ہے ایک منتخب چیز ہی۔ اسیلئے اس میں وہ مفصل بحثیں درج کرنی نامناسب تہیں جو دہلی گے اکثر اصحاب نے مصنف صاحب کی زبان سے سُنی ہوں گی۔

اس کتاب کے لکھنے اور شائع کرنے سے یہ مقصود ہے کہ پبلک چند اوراق کے پڑھنے کے بعد ایک صحیح نتیجہ پر جلد پہنچ جائے اسلیئے تفصیلی بحثوں کو ترک کرنا اور اختصار کو پیشِ نظر رکھنا مصنف کے لیئے ایک ناگریز بات تھی ۔

موجودہ جنگ نے تمام عالم کی توجہ کو اپنی طرف ایک مقناطیسی کشش سے کھینچ رکھا ہے اور اِسکے ساتھ ہر ایک ملک کو کم وبیش دلچسپی ہے اس لیے اِس کے حالات پر غور کرنے کے بعد ہر شخص کے دل میں قدرتی طور سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس "ہیبت ناک جنگ" کا آخری نتیجہ کیا ہوگا؟ اس سوال کو ہندوستان کی اُردو داں پبلک کے لیئے یہ کتاب حل کرنے والی ہے ۔

نیز کمی تعلیم کی وجہ سے ہندوستان میں غلط قیاس کی پیروی بہت آسانی کے ساتھ عام ہو جاتی ہے اور بے بُنیاد افواہیں یہاں کی آب وہوا میں سہل طور پر پرورش پا جاتی ہیں جس کا نتیجہ پبلک کی خود اُن کے دلوں کی تکلیف دینے والی بے اطمینانی ہوتی ہے ۔ اس لیئے ہر ایک محبِ ملک کا فرض ہے کہ وہ اہلِ ملک کو اس بے اطمینانی کے حضیض سے نکال کر اوجِ اطمینان پر پہونچائے ۔ یہ دوسری اہم غرض ہے جسے یہ مختصر کتاب پُورا کرتی ہے ۔

اسکے علاوہ آپ اس کتاب میں بہت سی وہ صحیح معلومات پائیں گے جو اب تک شاید آپ نے نہ پڑہی ہوں ۔ اور اس طرح یہ کتاب آپ کی معلومات میں ایک اچھا حصہ اضافہ کرنے میں آپ کی مددگار ہوگی ۔

گو مجھے دو تین جگہ مصنف صاحب کے طریق استدلال سے اختلاف ہے لیکن میں عام طور پر اس کتاب کو اُردو خواں پبلک کے لیئے بہت مفید سمجھتا ہوں ۔ اور مجھے